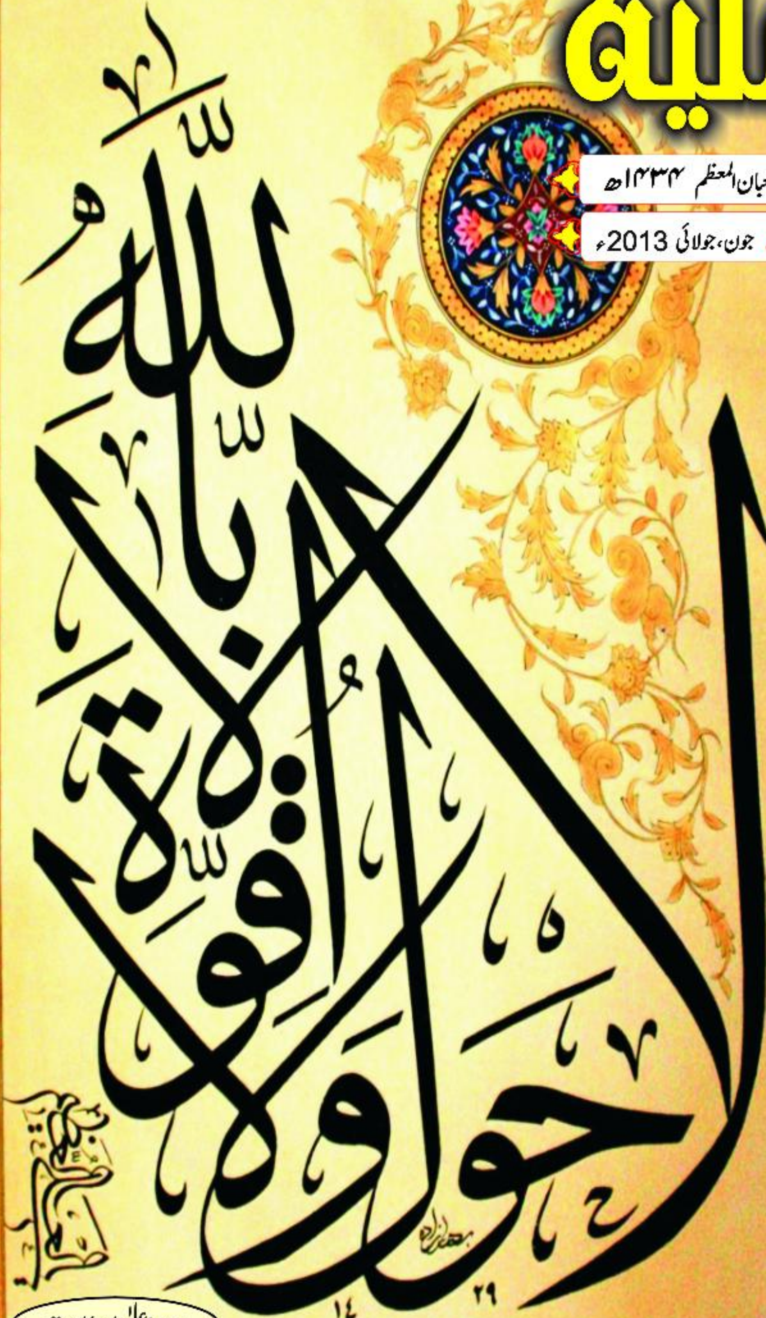
ماہنامہ
فیصل آباد
پاکستان

مِلّیَہ

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
بمطابق جون، جولائی 2013ء



مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن نفیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی
خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

www.milliafsd.com

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ

قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہٗ

اہلِ علم و فضل کے سرتاج ، ولیوں کے ولی
عارفِ لاہور یعنی حضرتِ احمد[1] علی

اللہ اللہ ایک نومسلم کا فرزندِ جلیل
شرک کے ماحول میں جس نے مچا دی کھلبلی

تربیت دی تھی عبید اللہ سندھی[2] نے اُسے
انقلابی فکر و حکمت جن کے سایے میں پلی

مُرشدِ امروٹ[3] سے اور عارفِ دین پور[4] سے
زندگی پائی تھی نورِ حق کے سانچے میں ڈھلی

اُن کی رگ رگ میں تھا فکرِ دیوبندی موجزن
اُن کے خونِ دل سے شاخِ حُرّیت پھولی پھلی

کون تھا اس دَور میں انگریز کا پکّا حریف
جانتی ہے خوب یہ لاہور کی ہر ہر گلی

کِس نے للکارا فرنگی جبر و اِستبداد کو
سَر اُٹھانے کی یہاں رسمِ جُنوں کِس سے چلی

مجمعِ اَوصاف تھی لاریب اُن کی شخصیت
وُہ مُفسّر، وہ مُصنّف ، وُہ مجُاہد ، وُہ ولی

اُن کی بزمِ فقر تھی اِس بات کی زندہ دلیل
شاہِ ہفت اِقلیم سے درویش کی صُحبت بھلی

یہ حقیقت ہے کہ اُن کے قلبِ نُور افروز سے
خطّۂ پنجاب میں اِیمان کی مشعل جلی

اللہ اللہ، جس کے حق میں اُٹھ گئے دستِ دُعا
عُمر بھر کی تیرہ بختی کی بَلا سَر سے ٹلی

عِشق تھا اُن کو جو مولانا حُسین احمد[5] کے ساتھ
اِس کی وجہِ خاص تھی عشقِ نبیؐ کی بے کلی

زِندۂ جاوید ہیں اُن کے نقوشِ زندگی
نامِ نامی ثَبت ہے اُن کا بعُنوانِ جلی

جانشین اُن کے ہیں مولانا عبید اللہ[6] آج
لوگ کہتے ہیں بجا اُن کو ولی ابنِ ولی

مَیں نے مولانا کو دیکھا وقتِ رُخصت اے نفیسؔ
چہرۂ انور تھا جیسے خُلد کی کِھلتی کلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ جلد نمبر 9

بمطابق

جون، جولائی 2013ء شمارہ نمبر 8

فہرست مضامین

کلمۃ الحبیب

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض
حضرت سیّد نفیس الحسینی
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر
حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے
ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
041-8711569
0321-6611910

ناشر.....حبیب الرحمٰن لدھیانوی مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

باری لگ گئی

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

سن ساٹھ کی دہائی میں امریکہ اور روس کے درمیان چاند پر کمند ڈالنے کی دوڑ لگی ہوئی تھی۔ دونوں کی کوشش تھی کہ وہ پہلے چاند پر پہنچ جائے۔ اس کے لئے انہوں نے چاند گاڑیاں ایجاد کی ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ روس نے چاند گاڑی میں اپنے سائنس دان بھیجے مگر وہ گاڑی چاند تک نہ پہنچ سکی اور واپس آ گئی۔ لیکن اس کے سائنسدان اس چاند گاڑی میں مردہ پائے گئے۔ اس پر پوری دنیا میں کہرام مچ گیا۔ مگر پھر بھی چاند پر پہنچنے کی کوشش جاری رہی۔ روس نے جو اگلی گاڑی چاند پر بھیجی تو اس میں انہوں نے احتیاط کے طور پر انسان کی بجائے کتے کو بٹھا دیا۔ وہ گاڑی بھی ناکام ونامراد واپس آ گئی۔ اس پر اُس وقت کے مشہور عالم دین، سیاستدان اور بذلہ سنج خطیب حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے بیان دیا کہ ''خدا کا شکر ہے کہ روس کی چاند گاڑی چاند پر نہیں پہنچی، ورنہ چاند گاڑی میں کتے کو دیکھ کر چاند والے سمجھتے کہ زمینی مخلوق کا نمائندہ آ گیا ہے''۔ مراد یہ تھی کہ چاند والے سمجھتے کہ زمین پر ایسی ہی شکل وصورت کی مخلوق بستی ہے۔

نمائندہ اپنی قوم کی شکل وکردار کی پہچان ہوتا ہے۔ ہماری قوم نے جو نمائندے منتخب کر کے اسمبلی میں بھیجے ہیں پوری دنیا میں اس انتخاب سے ہماری قوم کے ذہن کی عکاسی ہوگئی ہے۔ جیسی قوم ویسے نمائندے۔ کھانے کی ہنڈیا میں سے چمچ سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو کہ اندر ہو۔

ہمارے ملک کے آئین میں دو دفعات باسٹھ اور تریسٹھ کے نام سے بڑی مشہور ہیں۔ ان میں لکھا ہے کہ اسمبلی کا نمائندہ وہی منتخب ہو سکتا ہے جو کہ ان دونوں دفعات پر پورا اُترتا ہو۔ ان دفعات میں انتخاب لڑنے والے کے لئے صادق اور امین ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس الیکشن میں جس قسم کے صادق اور امین ہماری قوم کی طرف سے منتخب ہو کر سامنے آئے ہیں وہ ساری دنیا نے دیکھ

لئے۔سب سے پہلے الیکشن کمیشن نے جن لوگوں کو اہل قرار دیا وہ قابل توجہ ہے اور پھر جن لوگوں کو الیکشن کمیشن نے نا اہل قرار دیا اور پھر ان کو عدالتوں نے اہل قرار دیدیا وہ سونے پر سہاگہ ہے۔اور پھر اس پر مہر تصدیق قوم نے ثبت کر دی۔

ریٹرننگ افسروں نے طوائفوں تک کو صادق اور امین قرار دیدیا۔جو لوگ بنکوں سے قرضے لے کر ملک کو کھوکھلا کر گئے وہ بھی صاق اور امین کہلائے۔ہمارے ملک میں میڈیا کو آزادی اور سچائی کے اُجاگر کرنے کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا جارہا ہے، جبکہ اسی میڈیا کے ذریعہ ان دونوں دفعات پر جو کیچڑ اُچھالا گیا اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔اور ہر ایک نے ان دفعات کو آئین سے نکالنے کا مطالبہ کیا۔

ہمارے ہاں ہر الیکشن میں دیکھا گیا ہے کہ وہی پرانے چہرے یا ان کی اولادیں منتخب ہو کر سامنے آتی ہیں۔ہر الیکشن میں انہی لوگوں کا جمعہ بازار لگ جاتا ہے۔وہی پرانے چہرے راتوں رات پارٹیاں بدل کر سامنے آتے ہیں۔اور عوام کے مسائل حل کرنے کے نام پر تمام پارٹیاں انہی کو ہاتھوں ہاتھ لیتی ہیں۔جب یہی لوگ حکومت میں بیٹھ کر عوام کا خون چوستے ہیں تو ان کے خلاف دھرنے دیئے جاتے ہیں اور جب یہی لوگ الیکشن میں اپنا وزن ڈالنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو وہی دھرنے دینے والی پارٹیاں ان لوگوں کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوتی ہیں۔پھر ان پارٹیوں کو انہی خون چوسنے والوں سے زیادہ ملک کا کوئی خیر خواہ نظر نہیں آتا۔

ان منتخب ہونے والوں میں چند دیندار لوگوں کے علاوہ زیادہ تر نمائندوں کے ڈرائنگ روموں میں انگریز سے وفاداری اور ملک وقوم سے غداری کے سٹرٹیفکیٹ حاصل کرنے والے ان کے اباؤ اجداد کی قد آدم تصاویر لٹکی ہوئی ہیں۔وہ وردیاں اور دعوت نامے انہوں نے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں جو کہ تاج برطانیہ کی وفاداری کے عوض ان کی دی گئی تھیں۔اور اس غداری کے عوض ان کو جائیدادیں دی گئیں جن کے بل بوتے پر آج یہ لوگ حکمرانی کرتے ہیں۔جمہوریت کے نام پر ان کا یہ قبضہ آبائی نہیں بلکہ انگریز نے مستحکم کیا۔ان لوگوں کے قبضہ و قدرت میں دو ادارے جاگیروں کی طرح ہیں،ایک تھانہ دوسرا تحصیل۔پھر انہوں نے ان اداروں میں اپنے وفادار بھرتی کرائے۔اپنے کیرئر کے تحفظ کے لئے ان پر کرپشن کی انکوائراں ختم کرائیں۔اس کے لئے انہوں نے ایماندار افسروں کو نشان عبرت بنوایا۔تھانہ دار اور تحصیلدار ان کے غلام بن چکے ہیں۔ان لوگوں کے گاؤں میں اگر کوئی اکڑ کر چلنا شروع کردے تو اس کے خاندان کی عورتوں کو تھانے لے جاتے ہیں اور ان پر اغواء اور قتل ڈکیتی کے پرچے درج کروادیتے ہیں۔ان کی تھوڑی سی زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں، پھر پٹواری اور تحصیل

دار سے مل کی ان کی فردوں اور کھتونیوں میں ایسی تبدیلیاں کر دیتے ہیں کہ ساری زندگی عدالتیں حقدار کو انصاف نہیں دے پاتیں۔ان عظیم نمائندں کی پشت پر غنڈے ، بدمعاش، اٹھائی گیرے، سمگلر، اور منشیات فروش جتھوں کی شکل میں موجود رہتے ہیں۔اوران کے پیچھے ان کے پروردہ وکیل ان کو قانونی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔انگریز نے اپنے تحفظ کے لئے تین ادارے قائم کئے ۔تھانہ، کچہری، اور وکیل۔پھرانہی تینوں کے ذریعہ پورے ہندوستان پر اپنی حکومت چلائی۔تقسیم ہند کے بعد وراثت میں یہ تینوں ادارے ہماری سیاستدانوں نے بھرپور طریقہ سے استعمال کئے۔

ان لوگوں نے اپنی نااہل اولاد کو بڑی بڑی کی پوسٹوں پر متعین کیا ہوا ہے۔کوئی بھی غریب کا بچہ اس مقام تک نہیں پہنچتا،کسی بھی ذہین ترین غریب بچہ کو یہاں تک نہیں پہنچنے دیا جاتا۔مقابلے کے امتحانوں میں ان غریبوں کو اتنے کم نمبر دیئے جاتے ہیں کہ وہ اس سیٹ پر نہیں پہنچ پاتے۔اور اگر کوئی پہنچ جاتا ہے تو یہ لوگ فوراً اس کو اپنی دامادی میں لے لیتے ہیں۔اور پھر اپنی بیٹی کے ذریعہ ساری زندگی اس داماد پر حاوی رہتے ہیں۔

کہا جا رہا ہے کہ الیکشن کمیشن آزاد ہے۔اس کی آزادی تو سب نے دیکھ لی۔جو ہارا ہے وہ تو شور مچا ہی رہا ہے بلکہ جو جیتا ہے وہ بھی اُدھم مچا رہا ہے۔الیکشن کا یہ حال ہے کہ بعض حلقوں میں تو اپنی مقدار سے زیادہ ووٹ ڈال دیئے گئے،یعنی جہاں ووٹوں کی کُل تعداد ایک لاکھ تھی وہاں سوا لاکھ ووٹ پڑ گئے۔

پریزائیڈنگ آفیسر بے چارہ سکول ماسٹر یا کسی کالج کا پروفیسر ہوتا ہے، جو کہ اپنے سکول یا کالج میں تعلیمی خدمات بھی صحیح طریقہ سے ادا کر نہیں پاتا، جو کہ اپنی ہی کلاس کے لڑکوں کو شام کو اپنے گھر میں ٹیوشن پڑھنے کے لئے زرو دیتا ہے تا کہ اس کی آمدنی زیادہ ہو جائے۔اور جو لڑکا ٹیوشن نہیں پڑھتا تو اس کی سالانہ امتحان میں کامیابی مشکوک بنا دی جاتی ، وہ کیسے منصفانہ الیکشن کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔سننے میں آیا ہے کہ اس الیکشن میں کالجوں اور یونیورسٹی میں پڑھنے والوں نے کثیر تعداد میں جمہوریت پر ایمان کی بنیاد پر ووٹ ڈالے،مگر نتیجہ کچھ اور نکلا۔اور ثابت ہوا کہ یہ سب کچھ ایک تھانیدار اور پٹواری کے سامنے ایک حقیر حیثیت رکھتی ہے۔

اس لیکشن کے نتائج بتا رہے ہیں کہ اس میں عمران خان کی باری لگ گئی ہے۔اس کے لئے اس کو صوبہ خیبر میں ٹیکنیکل طور پر جتا دیا گیا، کیونکہ وہاں پر اس سے پہلے ایک لامذہب جماعت اے این پی کی حکومت بُری طرح ناکام ہو چکی تھی،اب بین الاقوامی اداروں کو خطرہ تھا کہ اب کے بار پھر کہیں

دوبارہ مذہبی قوتیں برسراقتدار نہ آجائیں۔اس میں سب سے زیادہ مذہبی قوتوں کے اختلافات کا فائدہ اٹھایا گیا۔پھر ٹیکنیکل طریقہ سے مذہبی جماعتوں کی جیتی ہوئی نشستوں کو ہرادیا گیا۔وہ عمران خان جو کہ ۲۰۰۱ء میں اپنے ہی علاقے کی سیٹ جیتنے کے لئے پرویز مشرف کا محتاج تھا اور پھر جس نے ۲۰۰۸ء میں شکست کے ڈر سے الیکشن کا بائیکاٹ کردیا وہ عمران خان اچانک اتنا پاپولر ہوگیا کہ پورا صوبہ اس کے نام کردیا گیا۔اور پھر وہ صوبہ کہ جو مذہبی رجحان رکھتا ہے۔اسی صوبہ میں ایک لامذہب اور الٹرا فیشن ایبل، ممی ڈیڈی کلاس کی نمائندہ جماعت کو جتوادیا گیا۔

اس جماعت کا کلچر وہ ہے جس کا اس صوبہ کے عوام کی نفسیات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔اس جماعت میں تمام وہ لوگ شامل ہیں جو کہ اس سے پہلے مشرف کی حکومت میں بیٹھ کر لال مسجد کی معصوم بچیوں کو مارنے کی بھرپور حمایت کرتے رہے۔اس پارٹی میں وہی جاگیردار ،وڈیرے،خان،نواب،شامل ہیں جو کہ پینسٹھ سال سے اس ملک کے عوام کا خون چوستے رہے ہیں۔چنانچہ اس الیکشن میں اس پارٹی کو دوسرے نمبر پر لاکر باری کی لائن میں لگادیا گیا۔

عمران خان کا نواز شریف کے لئے نعرہ تھا کہ ''میاں صاحب جان دیو،ساڈی واری آن دیو''یعنی اب ہماری باری ہے۔مگر عالمی طاقتوں نے میاں نوزاز شریف اور بے نظیر بھٹو میں ''میثاق جمہوریت'' کے نام سے ایک این،آر،او،کروایا تھا۔جس میں یہ بات طے کرائی گئی تھی کہ پہلی باری پیپلز پارٹی کی ہوگی اور دوسری باری نواز شریف کی ہوگی۔چنانچہ اس معاہدہ کی رُو سے میاں نواز شریف کو مینڈیٹ دے کر حکومت دیدی گئی۔اب مسئلہ یہ تھا کہ میاں نواز شریف کے بعد کون آئیگا۔کیونکہ جس قسم کے مسائل نواز شریف کو ورثہ میں ملیں گے ان کو وہ پورا نہیں کرسکیں گے۔لازمی بات ہے کہ اس پر عوام میں پھر پُرجوش ردّعمل سامنے آئیگا،اور خطرہ تھا کہ کوئی ایسی جماعت برسراقتدار نہ آجائے جو کہ عالمی طاقتوں کے مفادات کے خلاف قدم اٹھائے۔

اس لئے ان عالمی طاقتوں نے پہلے ہی سے انتظام کرلیا۔اگر اس الیکشن میں عمران خان کو حکومت دیدی جاتی تو اس پر قوم کی طرف سے بہت سخت ردّعمل ہوتا۔اس لئے بہتر یہی سمجھا گیا کہ عمران خان کو دوسرے نمبر پر لاکر اسکو باری کی لائن میں لگادیا جائے۔

اب عالمی طاقتیں نواز شریف کے ناکام ہونے کی امید رکھیں گی،تاکہ بعد میں آنے والے الیکشن میں عمران خان کو باری دیدی جائے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد پر سب سے پہلا فتوائے تکفیر

تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی | قسط 32

غیر مقلّدین کے مرزا قادیانی پر اوّل مکفر مولانا محمد حسین بٹالوی کے لڑکوں کا قادیان میں تعلیم حاصل کرنا

گزشتہ شمارے میں ہم نے لکھا تھا کہ مکتب فکر اہل حدیث کے ممتاز مفکّر اور اسی مکتب فکر کے مرزا قادیانی پر اوّل مکفرّ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے دو صاحبزادوں کو قادیان کے مدرسہ میں تحصیل علم کے لئے داخل کرایا تھا، جس پر مکتبۂ فکر اہل حدیث میں شور اُٹھا تھا۔ اس پر مکتبہ فکر اہل حدیث کے ممتاز ترجمان ''اخبار اہل حدیث امرتسر'' جو کہ غیر مقلدین کے فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کی زیرادارت میں شائع ہوتا تھا میں ایک خط استفسار کے طور پر شائع ہوا تھا۔ یہ خط اگرچہ ہم نے گزشتہ شمارے میں بھی شائع کیا تھا مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کے ربط کے لئے دوبارہ یہاں شائع کر دیا جائے، وہ خط یہ ہے۔

مورخہ 11 فروری 1910ء کے ''اخبار اہلحدیث'' میں مولانا محمد حسین بٹالوی سے ایک سوال ''جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جواب دیں'' کے عنوان سے شائع ہوا۔

''مرالہ میں جس طرح یہ خاکسار تبدیل ہو کر آیا ہوا ہے، اسی طرح چند دیگر مرزائی بھی آئے ہوئے ہیں۔ جن سے عموماً نوک جھونک ہوتی رہتی ہے۔ لیکن آج کل وہ ایک خاص امر کا اظہار بڑے فخر سے کرتے پھرتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ابوجہل آپ کی نبوت سے منکر رہا اور اس کا بیٹا مسلمان ہو گیا، اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا حال ہے۔ یعنی مولانا ممدوح آج تک مرزا صاحب کے مخالف رہے۔ مگر آج کل انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو قادیان کے سکول میں داخل کرا دیا ہے۔ جس سے مولانا ممدوح کا مرزا صاحب کی طرف رجوع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چونکہ وہ ہر وقت ہمارے سامنے یہی نظیر پیش کرتے ہیں، اس لیے عرض ہے کہ آپ یا مولانا

محمد حسین صاحب اس معاملے کی اصلیت سے پبلک کو آگاہ کریں۔تا کہ بدگمانی دور ہووے۔

فقط احقر العباد۔قائم الدین نقشہ نویس از ہیڈ مرالہ، دفتر نہر اپر چناب ڈویژن اوّل ضلع سیالکوٹ۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر 11 فروری 1910ء مطابق ۳۰ محرم ۱۳۶۸ھ، صفحہ ۶)

اس پر مفکّر اہل حدیث اور بقول غیر مقلدین ان کے مرزا قادیانی پر اوّل مکفّر مولانا محمد حسین بٹالوی نے یہ جواب دیا

جواب استفسار متعلق قادیان

مندرجہ اخبار اہلحدیث، مطبوعہ ۱۱ فروری ۱۰ء مطابق ۳۰ محرم ۱۳۶۸ھ

از مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی

میرے پانچ لڑکے یکے بعد دیگرے علم عربی دینی پڑھنے میں کوتاہی اور آخر صاف انکار اور مخالفت احکام شریعت پر اصرار کرنے کے سبب میری اطاعت سے خارج اور عاق ہو گئے (جس کی تفصیل میرے مضمون 'عقوق' میں ہو چکی ہے۔جو رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۲ میں درج ہے۔اور وہ جلد عنقریب شائع ہوگی۔) انہی کی دیکھا دیکھی باقی ماندہ دو نابالغ لڑکے جو ایک مڈل کی دوسری میں اور دوسرا تیسری میں پڑھتا ہے اور گھر میں میرے جبر سے نہ اپنے شوق سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھ کر قرآن اور حدیث پڑھنے لگ گئے تھے۔گھر سے بھاگنے اور آوارہ پھرنے لگ گئے ہیں۔اور ان میں سے ایک (بڑا لڑکا ابواسحٰق نامی) اب تک آوارہ پھرتا ہے۔اور اس کا پتہ نہیں لگتا۔دوسرا (چھوٹا عبدالباسط نامی) لڑکا قابو آیا تو منشی یعقوب علی ایڈیٹر ''الحکم'' نے اس کا حال سن کر ہمدردی کا اظہار اور اپنے سکول کے انتظام کی تعریف کر کے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ ان کو چند روز کے لیے ہمارے سپرد کر دیں۔اور آپ دیکھیں ہم ان کو کیسا قابو میں لاتے ہیں۔اس سکول کے انتظام وتعلیم کی تعریف میں نے خارجاً بھی سنی۔بعض سرکاری ملازموں نے بھی کی۔اور انسپکٹر سررشتہ تعلیم کی رپوٹ کی شہادت دی، یہ سن کر میں نے اس چھوٹے لڑکے کو ان کے سپرد کر دیا اور بڑے لڑکے کی تلاش میں وہ خود لگے ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ میں نے ان سے یہ شرط کر لی ہے کہ اپنے خاص مذہب مرزائی یا احمدی کے عقائد کی ان کو تعلیم نہ دیں۔جس کو انہوں نے قبول کر لیا اور اس کا پختہ وعدہ دیا۔ساتویں جماعت کی تعلیم

مذہبی میں بانی مذہب کا لیکچر ''مہوتسو'' اور ''حمامتہ البشریٰ'' لغات ص ۱۰ داخل تھا۔میرے کہنے سے انہوں نے اس لڑکے کی تعلیم سے اس کو بھی نکال دیا۔سٹاف (ارکان) سکول اور بورڈنگ کے حسن تدبیر ونگرانی ولطف سے لڑکے کا دل وہاں تعلیم پر اچھی طرح لگ گیا۔اوراس کی آوارگی جاتی رہی۔عید کے موقع پر وہ میرے بلانے سے اپنے گھر آیا تو ایک دن سے زیادہ نہ ٹھہرا اور بولا کہ میری تعلیم کا حرج ہوگا۔اس حسنِ انتظام وتعلیم کی وجہ سے اس سکول میں اور لڑکے بھی تعلیم پاتے ہیں۔وہ اوران کے والدین اس فرقہ کے عقائد سے تعلق نہیں رکھتے۔بلکہ بعض لڑکے ہندو بھی ہیں جن کے والدین کو اسلام سے بھی تعلق نہیں۔ان کے اس احسان وہمدردی کے ساتھ اب بھی میں اس فرقہ کے عقائد کا ایسا مخالف ہوں، جیسا کہ پہلے تھا۔اس امر کا مصدق اور شاہد عدل میرا رسالہ اشاعۃ السنہ ہے۔اور آئندہ بھی ہمیشہ انشاءاللہ رہے گا۔حال میں جو جلد ۲۲ شائع ہوگی اس مخالفت کی کافی دلیل ہے۔بایں ہمہ کوئی مجھ پر تہمت کرے کہ میں نے عقائد بدمذہب مرزائی کی طرف رجوع کیا ہے تو میں اس کے جواب میں بجز ''لعنة الله على الكاذبين'' کے اور کیا کہوں۔ہاں یہ سوال ضرور ہوگا کہ پنجاب وہندوستان میں بہت سے مدارس اہلسنت واہلحدیث ہیں۔ان کو چھوڑ کر لڑکے کو وہاں کیوں بھیجا۔اس کا جواب یہ ہے کہ میں بہت سے مدارس اہلسنت واہلحدیث کا امتحان کر چکا ہوں ان میں کوئی بھی ان آوارہ لڑکوں کی اصلاح نہ کر سکا۔میں نے پہلے ایک لڑکے عبدالرشید نامی کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا، پھر اس کو مدرسہ آراہ میں بھیجا۔پھر دو لڑکوں احمد حسین ومحمد اطہر کو مدرسہ اہلحدیث لکھو کے علاقہ فیروز پور میں ایک مدت تک رکھا، پھران دونوں کو مدرسہ آراہ میں ایک مدت تک رکھا۔پھر ایک لڑکے عبدالشکور نامی کو امرتسر کے مدرسہ ثنائی میں سپرد کیا۔پھر ایک لڑکے عبدالنور کو مدرسہ نعمانیہ لاہور کے سپرد کیا۔

پھر اس کو تعلیم کے واسطے مدرسہ حمایت اسلام کے سپرد کیا اور بود وباش اور نگرانی کے لیے مولوی عبدالعزیز، سیکرٹری مجلس اہلحدیث کے مکان پر رکھا۔ان مدارس سے کسی مدرسہ میں ان لڑکوں کی تربیت وتعلیم نہ ہوئی جو قادیان میں اس چھوٹے لڑکے کی ہو رہی ہے۔تو مجبور وناچار ہو کر منشی یعقوب علی ایڈیٹر اخبار ''الحکم'' کی دوستانہ درخواست واصرار پر لڑکے کو قادیان میں بھیج دیا۔جس کا نتیجہ اس وقت تک خاطر خواہ نکل رہا ہے۔

(اخبار اہلحدیث، ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء مطابق ۱۴ صفر ۱۳۲۸ھ ص ۱۰)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کا ردِّعمل

مولانا بٹالوی اپنی اس تحریر میں لکھا ہے کہ

میں نے ان (مرزائیوں) سے یہ شرط کر لی ہے کہ اپنے خاص مذہب مرزائی یا احمدی کے عقائد کی ان کو تعلیم نہ دیں

اس پر مولانا ثناءاللہ امرتسری اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مانا کہ آپ مخالف ہیں۔ مانا کہ قادیانی مشن نے اپنی تعلیم نہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اثرِ صحبت سے تو انکار نہیں

نیز مولانا بٹالوی کی اس تحریر میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کے مدرسہ ثنائی کا بھی ذکر آیا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے ایک لڑکے عبدالشکور نامی کو داخل کیا تھا۔ مگر وہ وہاں نہ پڑھ سکا۔ اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''آپ میرے انتظام میں دخیل ہوتے رہے۔ تو میرے ذمہ کیا قصور''

(حاشیہ اخبار اہلحدیث صفحہ ہذا)

نیز مولانا ثناءاللہ امرتسری کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا بذات خود مسلمان مدارس کے ساتھ ایسا رویہ تھا جس کی وجہ سے مدارس کے منتظمین ان کی اولاد کی احسن طریقے سے تربیت نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لیے مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے صاحبزادوں کو قادیان میں داخل کرایا۔ کیونکہ بٹالوی صاحب کے نزدیک اُن کی اولاد کی اچھی تربیت قادیان میں ہی ہو سکتی تھی۔

بٹالوی صاحب کے صاحبزادے کا قادیان میں لیکچر

اس تعلیم کے اثرات بٹالوی صاحب کے صاحبزادے پر کیا ہوئے؟ اس کے متعلق مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

''جناب مولوی محمد حسین صاحب کے صاحبزادہ کا لیکچر قادیان میں'' کے عنوان سے اخبار اہلحدیث میں یہ مضمون ہے۔

''مولوی صاحب چونکہ علماءِ اعلام میں ہیں۔ اس لیے آپ کے اعمال واقوال پر قوم کو خاص نظر رہتی ہے، جس کی وجہ سے مخالف، موافق آراء کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جن دنوں آپ نے

صاحبزادے مذکور کو قادیان بھیجا تو مسلمانوں میں غلغلہ اُٹھا، سوال ہوئے، جواب ہوئے۔ غرض صاحبزادہ کا داخلِ سکول ہونا بھی قوم کی نگاہ میں ایک اچھا خاص معرکتہ الآراء مسئلہ بن گیا۔ غالباً اسی لیے سیالکوٹ سے واپسی کے وقت گاڑی میں مولوی صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ نے عبدالباسط کا لیکچر دیکھا، میں نے چونکہ نہ دیکھا تھا۔ کہا نہیں دیکھا۔ فرمایا اس نے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارا (مرزائیوں کا) مخالف ہوں۔ میں نے مکان پر آکر لیکچر مذکور دیکھا تو خیال آیا کہ چونکہ صاحبزادہ کے داخلہ کی طرح یہ لیکچر بھی قوم سے ایک قسم کا تعلق رکھتا ہے اس لیے اسے درج اخبار کرنا چاہئے۔ تاکہ مخالف، موافق کو رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے۔ اور وہ اندازہ کرسکیں کہ صاحبزادہ کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی۔ اس لیے ہم بلاکسی حاشیہ ونوٹ کے اس کو پورا نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔

تقریر عبدالباسط

بزرگانِ قوم! میں بڑی جرأت کے ساتھ آپ کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہوتا ہوں۔ اس معزز جگہ پر میرے جیسے کم سن بچے کا کھڑا ہونا اور کچھ کہنا بہتوں کے لیے تعجب اور حیرت کا موجب ہوگا۔ مگر میں اپنے دلی جوش سے مجبور ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں، آپ میں سے بہت ہی کم میرے جاننے والے ہوں گے۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں اسی طرح غیر معروف رہوں۔ صاحبان! میں نے اپنے گھر میں اور اپنے بزرگ اور اہلحدیث کے فخر باپ کے ساتھ رہ کر اس مضمون پر عام مسلمانوں کے نیک خیالات کو سنا ہے کہ مسلمان دن بدن کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ کیا دنیوی پہلو سے اور کیا دینی پہلو کے لحاظ سے..........................

''صاحبان! آپ کو یہ سن کر اور بھی تعجب ہوگا کہ میں آپ کے سلسلے میں شامل نہیں ہوں۔ مگر میں نے مختلف وعظوں اور خطبوں میں سنا ہے کہ جو شخص انسان کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا۔ اس لیے میں یہ کہنے میں مضائقہ نہیں کرتا کہ اس مدرسے میں داخل ہونے کے بعد میں نے چار مہینے کے اندر تجربہ کیا ہے کہ اس اصول پر یہاں تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میں اپنے بزرگ شیخ یعقوب علی صاحب کا صدقِ دل سے شکر گزار ہوں جو میرے یہاں آنے کا موجب ہوئے۔ خدا تعالیٰ ان پر اور ان کی اولاد پر بہت بڑے انعام کرے۔ پھر میں اپنے والد بزرگوار کی مہربانی اور فراخدلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے حال پر رحم فرما کر مجھے یہاں بھیجنا منظور فرما

لیا۔ میں آپ میں سے اُن صاحبان کو مبارک باد دیتا ہوں جن کے بچے یہاں تعلیم پاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نیک استادوں کی نگرانی کے نیچے ہیں۔ اوران کی مذہبی پابندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ میں اس بات کو بھی خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ میں آپ لوگوں کے بعض عقائد سے متفق نہیں ہوں، لیکن مجھے کبھی کسی اُستاد یا شاگرد نے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ بلکہ حضرت مولوی (نور الدین) صاحب نے جو مجھ پر کمال درجہ کی مہربانی اور شفقت فرماتے ہیں، فرمایا اگر کوئی تم سے کسی قسم کی مذہبی چھیڑ چھاڑ کرے تو مجھے فوراً اطلاع دو۔ تو بھی یہ خوشی کی بات ہے کہ عام مذہبی تعلیم کی حفاظت کے لیے یہاں سامان ہے۔ پس آپ لوگ اس وقت کو غنیمت سمجھو اور اپنے بچوں کو یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجو.........................

امید ہے کہ آپ میرے ان خیالات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور جس طرح پر آپ اپنے گھر میں اپنے چھوٹے بھولے بھالے معصوم بچوں کے لفظ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اگر چہ ان میں سے بہت سی باتیں زبان دانی کے لحاظ سے غلط ہوتی ہیں، اسی طرح میری ان باتوں پر آپ نظر کریں گے۔ اب میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو سچا مسلمان بنائے۔

(عبدالباسط، طالب علم دوئم مڈل، مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان)

ایڈیٹر!

جیسا میں اس تقریر کو بے حواشی چھوڑتا ہوں، نامہ نگار مندرجہ ذیل کے بیان کو بھی اپنے حال پر (بے تصدیق وتکذیب) درج کرتا ہوں۔ جس کا ذمہ دار بھی خود نامہ نگار ہے۔ جو یہ ہے!

’’مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کا لڑکا مرزائی ہوگیا۔‘‘

جبکہ مولوی صاحب موصوف نے ریویو رسالہ السیف الصارم میں امام بخاریؒ کے شافعی مقلّد ہونے کے الزام کے جواب میں ارقام فرمایا۔ کہ ممکن ہے کہ ابتداء میں شافعی کے مقلّد ہوں۔ پھر درجہ اجتہاد پر پہنچ کر خود مجتہد مطلق ہوگئے ہوں۔ اس پر ایک فاضل حیدرآبادی نے، اخبار اہلحدیث میں لکھا کہ اس پر کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے کہ مجتہد ابتداء میں ضرور مقلّد ہو۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے رسالہ ’’الہدیٰ‘‘ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ کے صفحہ ۳۵ میں فرمایا کہ اس پر کتاب کی شہادت ضروری نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو بچہ مکتب میں قاعدہ بغدادی یا پہلا سپارہ پڑھتا ہے یا نماز یا کلمہ شہادت

سیکھتا ہے تو اس وقت وہ اس کا مقلّد ہی ہوتا ہے۔

چونکہ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ایک فرزند ''دلبند'' کو مرزائیوں کا شاگرد بنایا، لہٰذا مولوی صاحب کے اس کلّیہ کے بموجب فی الحال وہ بے چارہ مرزائیوں کا مقلّد مرزائی ہوا۔ آئندہ دیکھا جائے گا، مرزائی استادوں کی تعلیم وصحبت بغیر رنگ لائے رہتی معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ استادوں کا اثر جو شاگردوں پر پڑتا ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ مولوی صاحب کے مجدّد العلم نواب صدیق حسن خان علیہ رحمۃ حد الغاشیہ کے صفحہ ۲۷ امیں فرماتے ہیں جو عالم متقی، خوش عقیدہ نہ ہو اس کا ہر گز شاگرد نہ بنیں، وہ ضرور شاگرد کو گمراہ کر دے گا۔

اور جو وجوہات وعذرات لا طائل مولوی صاحب نے اپنے فرزند سعادت مند کے داخل کرنے، سکول مرزائی میں ارقام فرمائی ہیں وہ قابل التفات نہیں۔

عبدالکریم بن مولوی محمد صدیق مرحوم......از پشاور

(تفصیل وتلخیص اخبار اہلحدیث امرتسر: مورخہ ۶ مئی ۱۹۱۰ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ ص ۸ تا ۱۰)

جس طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس پر حواشی لکھنے سے انکار کیا ہے اسی طرح ہم بھی اس پر بحث نہیں کرتے۔ قارئین پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس کے متعلق اپنی تائید وتنقید فرمائیں۔

بٹالوی صاحب کے صاحبزادوں کی مرزا بشیر احمد کے ہاتھ پر بیعت

اوپر ہم نے بٹالوی صاحب کی جو اعترافی تحریر پیش کی ہے اور اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمایا تھا کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا انجام کیا ہوا۔ اس کو بھی عبرت کے طور پر ملاحظہ فرمایئے:

مرزا قادیانی کا بیٹا اور اس کا دوسرا جانشین مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

چنانچہ جب میرا زمانہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے (مولانا بٹالوی) دل میں ندامت پیدا کی چنانچہ میں ایک دفعہ بٹالہ گیا تو وہ خود مجھ سے ملنے کے لیے آئے اور میں نے دیکھا کہ ان پر سخت ندامت تھی...... پھر اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا کو اس رنگ میں پورا فرمایا کہ ان کے دولڑ کے تعلیم حاصل کرنے کے لیے قادیان آئے اور انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ (حاشیہ تذکرہ ص ۲۶۸)

اس سلسلہ میں زیادہ تر معلومات مولانا بٹالوی مرحوم کے حلقہ کو ہونگی۔

بٹالوی صاحب کے صاحب زادے کا عیسائی ہونا

ہم یہاں پر ایک اور انکشاف کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو کہ غیر مقلدین کے فاتح قادیان نے اپنے اخبار ''اہلحدیث امرتسر'' میں کیا ہے۔

''فتنہ اہلحدیث امرتسر میں'' کے عنوان سے اپنے مضمون میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رقم فرما ہیں:

اسی طرح پنجاب کے نامور عالم مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جو تا حال صف محاربین کے اعلیٰ کمان دار ہیں۔ اپنے ایک عنایت نامہ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

آپ کے رسالہ اجتہاد و تقلید نے آپ کو اعتقادی اہلحدیث بنا دیا ہے اور خدا سے امید ہے کہ ایک دن عملی اہلحدیث بھی ہو جائیں گے۔ لہٰذا اب اجنبیت و تنافر تناصر اختیار کرنا چاہیے۔ (ابوسعید محمد حسین)

مولانا بٹالوی کے عنایت نامہ کا مطلب بہت صاف ہے۔ فرماتے ہیں اب ہم کو آپس کی نفرت دور کر کے باہمی مدد اور مل کر کام کرنا چاہیے۔

میں مولانا المکرّم کے اس ارشاد کی تعمیل کو ہر وقت تیار ہوں۔ چنانچہ اس کی مثال بھی خود انہی کے ایک واقعہ سے عرض کرتا ہوں کہ جب آپ کا ''صاحبزادہ عبدالباسط'' عیسائی ہو گیا

تو جناب ممدوح نے مجھے امرتسر دفتر ''اہلحدیث'' میں خود تشریف لا کر فرمایا۔ کہ تم بٹالہ آ کر اس کو عیسائیوں کے پھندے سے نکالو۔ میں بہ تعمیل ارشاد گیا اور لڑکا ان سے ملایا۔

جو اس کی شکایتیں تھیں ان کے رفع کرنے پر آپ کو توجہ دلائی۔ چنانچہ وہ لڑکا چند دنوں بعد آپ ہی کے پاس انتقال کر گیا۔ (اناللہ)

میں مولانا کے اس حکم (تعاون و تناصر کرنے) کی تعمیل کرنے کو ابھی تیار ہوں۔ مولانا موصوف کو بھی چاہیے کہ آیت عتاب لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْن پر غور فرمالیا کریں۔ (اہلحدیث امرتسر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ مطابق یکم فروری ۱۹۱۸ء ص ۳)

یہاں پر ہم صرف فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَار ہی کہہ سکتے ہیں۔

بٹالوی صاحب کی طرف سے قادیانیوں کے ساتھ مشترکہ کام میں شرکت کی خواہش

مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف سے عدالتوں میں قادیانیوں کو کافر نہ کہنے کے اقرار پر ایک یہ بات بھی حجت بنتی ہے جو مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں لکھی ہے۔

ہوا یوں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۱۵ء میں علیگڑھ میں اہلحدیث کانفرنس منعقد کی تو اس کانفرنس کی مولانا محمد حسین بٹالوی نے بھرپور مخالفت کی تو اس پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار اہلحدیث میں یوں اظہار خیال فرمایا:

ہاں افسوس ہے تو یہ ہے کہ اس کانفرنس کی مخالفت کرنے پر وہ لوگ کھڑے ہوئے جن کو انسانی نگاہ میں اس مخالفت کے لائق نہ سمجھا جاتا ہوگا۔ کیونکہ ان کی عمر اسی (۸۰) اسی (۸۰) سال سے متجاوز ہے ان کی ساری عمر قَالَ اللّٰه وَقَالَ الرَّسُول میں گزری ہے:

مگر افسوس اس قومی ترقی اس معراج بلندی کو نہ دیکھ سکے تو وہی جن سے یہ گمان نہ ہوسکتا تھا جن کا یہ اصول تھا کہ مشترک کاموں میں ہر ایک فریق سے مل جانا چاہیئے یہاں تک کہ انکی عین تمنا تھی کہ مرزائی بھی انکو کسی متفقہ اسلامی کام کے لیے بلائیں تو وہ ضرور جائیں۔

یہاں پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے حاشیے کا اشارہ دے کر لکھا ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کی طرف اشارہ ہے۔

(اخبار اہلحدیث ۲ اپریل ۱۹۱۵ء ص ۲)

اشاعت اسلام کانفرنس اور مولانا بٹالوی

مزید سنیے:

مولانا محمد حسین بٹالوی کی قادیانیوں کے ساتھ مشترکہ کام میں شرکت کی خواہش کی طرف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے صرف اشارہ ہی نہیں کیا بلکہ ان کی ایک تحریر بھی اس سلسلے میں پیش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

''اشاعت اسلام کانفرنس اور مولانا بٹالوی'' کے عنوان سے مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے

ہیں:
شخصی رنج اور کدورت بھی برا مرض ہے۔ جو انسان اس میں مبتلا ہو جائے اس کی خیر نہیں۔ قرآن مجید نے اس مرض کے علاج پر انسانوں کو بہت ہی توجہ دلائی ہے۔ مگر یہ مرض ایسا مرض ہے کہ مریض کو اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ مرض دن بدن بڑھتا جاتا ہے مگر مریض اپنے آپ کو صحیح جانتا ہے۔ قرآن شریف میں ایسے لوگوں کے حالات پڑھ کر ہم حیران ہوتے تھے جن کی بابت ارشاد ہے کہ یہ لوگ جس مصلح کے مدت سے منتظر تھے جب وہ آیا تو (بَغْیاً مِنهُمْ) محض ضد سے مخالف ہو گئے۔ حیرانی کی وجہ یہ تھی کہ ایسا کون آدمی ہے جو حق بات کو محض کسی شخص کی ضد سے نہ مان کر اپنا نقصان کرے اور مہذب دنیا میں نامہذب کہلائے۔
آہ! ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کی مثالیں دیکھیں کہ محض شخصی رنج (ذاتی کدورت سے پیدا کردہ) کی وجہ سے ایک ایسے کام کی مخالفت کرنے والے آج ہم میں موجود ہیں جو دنیا کی رہنمائی کے مدعی اور قوم کے ریپریزینٹو کی طرح ساری قوم کے مستقل قائم مقام بننے کے دعوے دار ہیں۔ مگر آہ! اس مرض مہلک نے ان پر کیسا اثر جمایا ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے اور قوم کو آگاہ کرنے کے لیے ہم بادل ناخواستہ آج جناب مولانا ابوسعید مولانا محمد حسین بٹالوی مدظلہ کو مثال میں پیش کرنے کے لیے مجبور ہیں۔
عرصہ ہوا مولانا موصوف کا ایک مضمو
ن روزانہ ''پیسہ'' اخبار مؤرخہ 8 اپریل 1911ء میں نکلا تھا۔ درج ذیل ہے۔

مختلف فرقہائے اسلام میں اتفاق کی جائز و ممکن صورت

(نوشتہ از جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی)

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد۔ و بے دولتی از نفاق خیزد

اس وقت اسلام کے نام لیوا (خواہ وہ کسی فرقہ اسلام سے ہوں) سنی، شیعہ، اہلحدیث، اہل فقہ، اولڈ فیشن (قدیم وضع) جبہ پوش، دستار بند، نیوفیشن (نئی وضع) جاکٹ پتلون کے پابند علماء ظاہر، اصحاب باطن، خاص روساء، عوام فقراء، بشرطیکہ کچھ لکھے پڑھے ہوں اور دنیا کے حالات ان کی نظر سے اور کان سے گزرے ہوں اور قوم و قومیت کے مفہوم سے جس میں مذہب بھی داخل ہے وہ آشنا

ہوں۔اسلام (مسلمانوں کے حالات سے آگاہ ہوں) مسلمانوں میں اتفاق کی ضرورت کومحسوس وتسلیم کر چکے ہیں اوراس کے وسائل کی سوچ وتلاش میں لگ گئے ہیں اوراس میں ان کی کامیابی کے آثار بھی نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں.......... خصوصیات مذہب کی اشاعت واقامت یوں تو ملاطفت سے ہو،اورامور مشترکہ کی اقامت واشاعت کے وقت ان خصوصیات کا باہم ذکر تک نہ آوے۔ان امور مشترکہ کا سب مل کراور باہم شیروشکر ہوکراتمام کریں۔اورانجام تک پہنچ جاویں۔مثلاً آریہ کے مقابلے میں ایک قدیم محمدی سنی کھڑا ہو۔دوسرااحمدی مرزائی۔تواس وقت باہم مل کر آریہ کی خبرلیں۔اورفرقہ احمدیہ کی ان خصوصیات میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اوران کی جگہ آنے والے مثیل مسیح تھے جو بانی مذہب احمدی ہوئے ہیں بحث نہ چھیڑدیں۔اس وقت اس بحث کوترک کرنے سے وہ شرعا گناہ گاراور مداہنت کے مرتکب نہ ہوں گے۔بلکہ اس بحث کو چھیڑنے سے آریہ کے مقابلے میں شکست پاویں گے۔اوربحکم آیت وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ اس منازعت سے گناہ گار ہوں گے۔اوراس روش میں قرآن اور حدیث اورسلف صالحین کے مخالف ٹھہریں گے۔اس مقام میں بطور تنظیر اس واقعہ کوپیش کرنا مناسب نظر آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے آپ کوخلیفہ برحق سمجھتے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کوخلیفہ سمجھتے۔مگر جب ان کے اس اختلاف کی وجہ سے کسرائے شاہ فارس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنا چاہاتو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کواس مضمون کا خط لکھا۔کہ تو نے ہماری منازعت کے سبب یہ ارادہ کیا ہے تو یہ یادرکھ کہ جب تو علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر نکلے گا تو علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہلے تجھ سے لڑنے والا میں ہوں گا۔حضرت علی کرم اللہ نے بھی اس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ نہ لکھا کہ تو خود میرا باغی ہے پہلے اپنی بغاوت کودورکرلے پھر میری جماعت حماۃ میں داخل ہونے کا نام لے۔

(اخباراہلحدیث ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء ،ص ۱،۲،۳)

مولانا بٹالوی کے اس طویل مضمون میں سے ہم نے غیر ضروری حصے کونقطے لگا کرحذف کردیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مولانا محمد حسین بٹالوی کی یہ جوتحریر پیش کی ہے اس میں مولانا بٹالوی نے اپنی تمام تر ذہنی صلاحیتوں کوبروئے کارلاتے ہوئے۔قادیانیوں کے ساتھ اشاعت اسلام کا مشترکہ کام کرنے پر زور دیا ہے۔اور مسلمانوں اور قادیانیوں کو دوفرقوں (محمدی سنی اور احمدی مرزائی) میں تقسیم کرکے قادیانیوں کومسلمان بنایا ہے اوراپنے اس موقف کومزید مضبوط کرنے کے لیے

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو دلیل بنایا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ’’محمدی سنی اور احمدی مرزائی‘‘ میں سے حضرت علیؓ کے مقام پر کون ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کے مقام پر کون ہے۔ کیونکہ یہ دونوں بزرگ تاریخ اسلام کی عظیم ہستیاں ہیں۔ ان بزرگوں میں کفر و اسلام کا اختلاف نہیں تھا جبکہ قادیانیوں اور مسلمانوں میں کفر واسلام کا اختلاف ہے۔ کیا مولانا بٹالوی کی اس تحریر سے قادیانی مسلمانوں میں داخل نہیں ہو گئے۔

بٹالوی صاحب کا رہبر کون؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق اپنے ہی مسلک کے ایک عالم مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا ایک مضمون نقل کیا ہے۔ اس کا عنوان ’’ایڈیٹر بٹالوی اور واعظ رحیم آبادی‘‘ رکھا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

’’ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ہمارے پنجاب کے بزرگ مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جس کسی عالم پر خفا ہوتے ہیں ان کو واعظ کہا کرتے ہیں۔ واعظ آپ کی اصطلاح میں بے علم کا لقب ہے۔ گزشتہ ایاّم میں جناب موصوف مولانا المکرّم مولوی عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مدّظلہٗ پر خفا ہوئے تو آپ کو بھی علاوہ اور سخت کلامیوں کے واعظ کا خطاب دیا۔ جو دراصل مستحسن اور مقبول خطاب ہے۔ مگر مولانا بٹالوی چونکہ اس وصف سے محروم یا کمال نہیں رکھتے اس لیے بطور طنز دوسروں کو واعظ کہا کرتے ہیں۔ عرصہ ہوا مرزا قادیانی کی مخالفت کے زمانہ میں آپ نے یہی خطاب (واعظ) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو بھی دیا تھا۔ ہم جیسوں کو ایسا خطاب دیں ہم تو حسب عادت علاوہ اور سندات علمیہ (مولوی فاضل وغیرہ) کے اس کو بھی سند یا ڈپلوما سمجھیں۔ مگر سارے تو ہمارے جیسے نرم آسامی نہیں۔ بعض طبائع جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا کو موجب امن وآسائش جانتے ہیں۔ لِكُلِّ اَمْرٍ مَانَوىٰ.

مندرجہ ذیل مضمون اسی اصول سے مولانا عبدالعزیز صاحب نے حضرت بٹالوی کے جواب میں بھیجا ہے۔ چونکہ مضمون طویل نیز اخباری بحث سے کسی قدر اجنبی تھا۔ اس لیے حسب منشاء معزز راقم الگ ضمیمہ کیا گیا۔ (ایڈیٹر)

مولانا ثناء اللہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میری اس ناچیز تحریر کو اپنے اخبار گہر بار میں جگہ پانے کی عزت دیویں۔ میں نے اہلحدیث مؤرخہ ۲۶ فروری ۱۵ء میں ایڈیٹر بٹالوی کا ایک خط

بجواب آپ کے چیلنج کے دیکھا۔ جس کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اور میں وقف حیرت ہو گیا اس خط میں اس قدر جھوٹ ہے کہ پناہ خدا۔ اور مزہ یہ ہے کہ خود ان کا کلام مکذّب ہے۔ تکذیب کے لیے خارج سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔..................

اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

بٹالوی نے جہاں مولوی ثناء اللہ امرتسری کو میرا (عبدالعزیز کا) لیڈر و رہبر لکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میرا لیڈر و رہبر امرتسری ہے تو بٹالوی کا رہبر شیطان لعین ہے۔ اور اس متصلہ لزومیہ کے مقدم و تالی میں لزوم کی دلیل وہی ہے جو بٹالوی کے پاس ثناء اللہ کے لیڈر و رہبر ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ اس کا رہبر شیطان ہونا عیاں ہے۔ اسی رہبر نے بٹالوی کو مرزا قادیانی کا مدّاح بنایا اور یہی حضرت (بٹالوی) قادیانی کے فروغ کے ذریعہ ہوئے۔ اسی (لیڈر) نے ان سے اہل حق کے خلاف لکھوایا۔ اسی لیڈر نے خراسانی عربی وغیرہ ان سے لکھوائیں۔ اسی لیڈر نے ان سے جھوٹا دعویٰ کروایا کہ معیار الحق خود بدولت کی تصنیف ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس بس ان کا رہبر شیطان صاف ہے۔"

(عبدالعزیز رحیم آبادی)

(اخبار اہلحدیث، امرتسر ۳۰ اپریل ۱۹۱۵ء ضمیمہ ص ۱، ۴)

نوٹ۔ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ ان کے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے دیا تھا۔ اور تحریک ختم نبوت کا آغاز پھر اسی فتوائے تکفیر سے شروع ہوا۔ اس کی تفصیل ابتداء سے آخر تک ہم نے بیان کر دی ہے۔ جس میں مولانا بٹالوی کا مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوت کے دعوے تک لانا، اس کو اس دعوے کے لئے دلائل مہیا کرنا۔ پھر مرزا قادیانی سے ان کا اختلاف، اور پھر بعد میں کفر کے فتوے سے رجوع۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جو کچھ بھی کیا اپنی منشاء اور رضا سے کیا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے حق میں تحریک بھی اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق اٹھائی، پھر اپنی مرضی اور منشاء ہی سے اس پر کفر کا فتویٰ دیا، اور پھر اپنی مرضی اور منشاء ہی سے ۱۸۹۹ء میں گورداسپور کی ایک عدالت میں جا کر مرزا قادیانی کے ساتھ اس کو کافر، کاذب اور دجّال نہ کہنے کا معاہدہ فرمایا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کی یہ وہ خدمات ہیں جو کہ قیامت تک تاریخ میں یاد رکھی جائیں گی۔

اسی سلسلہ میں غیر مقلدین کے ایک اور بزرگ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات کا تذکرہ آئندہ شمارے سے شروع ہوگا۔

حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ

بن ابی سلیمان الکوفی

استاذ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ

3

حضرت حمادؒ پر بعض محدثین کی جرح کا جواب

قارئین کرام! آپ نے گزشتہ قسط میں ائمہ کے اقوال سے اندازہ کرلیا ہوگا کہ حضرت حمادؒ کی بڑے بڑے ائمہ جرح وتعدیل نے توثیق کی ہے۔لہٰذا آپ کی شخصیت اور آپ کی روایت پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے بالخصوص جبکہ آپ سے روایت کرنے والے امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شعبہ بن حجاجؒ اور امام سفیان ثوریؒ جیسے کبار محدثین ہوں، تاہم بعض محدثین نے آپ پر جرحین بھی کی ہیں۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ جرحین ایسی نہیں ہیں کہ جن کی وجہ سے امام حمادؒ کی شخصیت اور ان کی روایت میں کسی قسم کا ضعف آتا ہو، کیونکہ یہ جرحیں ایسی ہیں جو صحیحین کے بہت سے رواۃ میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن بایں ہمہ نہ اِن راویوں کو ضعیف گردانا جاتا ہے اور نہ ہی ان کی روایت ضعیف قرار دی جاتی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمادؒ کی شخصیت پر کی جانے والی جرحوں کو ذکر کر کے اُن کا جواب دے دیا جائے تاکہ حضرت حمادؒ کا تذکرہ کسی جہت سے تشنہ نہ رہے اور کوئی حرِماں نصیب، امام حمادؒ کا مخالف اِن کی شخصیت کے بارہ میں کسی سادہ لوح کو گمراہ نہ کرسکے، لیجیے حضرت حمادؒ پر کی جانے والی جرحین اور اُن کا جواب ملاحظہ فرمایئے:

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م:۸۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حمادؒ ابوسلیمان جن کا اصل نام مسلم ہے، اُن کے صاحبزادے ہیں اشعری کہلاتے ہیں، کیونکہ اشعریین کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی کنیت ابواسماعیل ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں، فقیہ ہیں صدوق ہیں ان کے کچھ اوہام بھی ہیں، پانچویں درجے کے راوی ہیں ان پر ارجاء کا الزام عائد کیا گیا ہے، ۱۲۰ھ یا اس سے قبل وفات ہوئی ہے۔

حافظ صاحبؒ کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حمادؒ پر دو جرحیں کی گئی ہیں پہلی یہ کہ ان کے کچھ اوہام ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں وہم ہوتا ہے، دوسری یہ کہ ان کے متعلق اِرجاء کا الزام عائد کیا گیا ہے،

پیچھے امام نسائیؒ کا قول گذر چکا ہے انہوں نے بھی حضرت حمادؒ کو ثقہ قرار دینے کے باوجود مرجی لکھا ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں:

''میں نے اپنے والد (ابوحاتم) کو حضرت حمادؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا وہ صدوق ہیں، لیکن ان کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا، وہ فقہ میں تو مستقیم ہیں لیکن جب حدیث آتی ہے تو پریشان ہوجاتے ہیں۔

ابوحاتمؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ امام حمادؒ پر تیسری جرح یہ ہے کہ وہ احتجاج کے قابل نہیں ہیں اور چوتھی یہ کہ انہیں صرف فقہ سے شغف ہے، حدیث آتی ہے تو پریشان ہوجاتے ہیں۔

اب ان چاروں جرحوں کا جواب ملاحظہ فرمایئے:

پہلی اور دوسری جرح کا جواب یہ ہے کہ یہ معمولی قسم کی مبہم جرحیں ہیں جن سے راوی کا ضعف اور اس کی روایت کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ ایسا کون شخص ہے جو کبھی بھولا نہ ہو یا اُس سے غلطی اور خطا سرزد نہ ہوئی ہو یا اُس کو وہم نہ ہوا ہو، اسی لیے محدثین نے یہ طے قرار دیا ہے کہ راوی کو وہم ہو کر اُس سے غلطی کا سرزد ہونا یا اُس کے حافظے میں کچھ قصور ہونا یا اُس کا کسی مبتدع فرقہ سے متہم ہونا اس کی روایت کے مقبول ہونے میں کسی طرح مُخل نہیں ہوسکتا اور یہ عیوب بہت ہی خفیف بلکہ کالعدم شمار کیے گئے ہیں اور ایسے لوگوں کی روایت بلا ریب مقبول ہے چنانچہ علامہ نووی شافعیؒ (م:۶۷۶ھ) شرح مسلم کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ابوعلی غسانیؒ فرماتے ہیں کہ روایت کرنے والوں کے ساتھ سات طبقے ہیں۔ تین مقبول ہیں، تین متروک ہیں اور ساتواں مختلف فیہ ہے۔ (یعنی بعض نے کہا ہے کہ ان کی حدیث مقبول ہے، بعض نے کہا ہے کہ مردود ہے) تین مقبول میں سے پہلا طبقہ ائمہ حدیث وحفاظ کا ہے اور وہ اپنے مخالف روایت کرنے والوں پر حجت ہیں اور ان کی اکیلی روایتیں قبول کی جاتی ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو حفظ وضبط میں ذرا کم ہے اور اُن کی بعض روایتوں میں وہم اور غلطی لاحق ہوئی ہے مگر غالب اُن کی حدیث پر صحت ہے اور جس روایت میں اُنہوں نے وہم کیا ہے اس کی صحت پہلے طبقے سے کی جاتی ہے اور اس طبقے کے لوگ پہلے طبقے کے راویوں سے ملحق ہیں۔

تیسرا طبقہ اُن راویوں کا ہے جو کسی مبتدع فرقہ کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں مگر غالی اور بدعت کے داعی نہیں ہیں، ان کی حدیث صحت کو پہنچی اور صدق ثابت ہوا اور وہم کم ہوا۔ پس ان تین طبقوں سے محدثین نے روایت کی ہے اور انہی طبقوں پر محدثین کی روایت دائر ہے۔

علامہ نوویؒ کے اس نقل کردہ قول کی روشنی میں حضرت حمادؒ پر کی جانے والی دونوں جرحیں کالعدم ہوجاتی ہیں کیونکہ امام حمادؒ اور راویوں کے تین مقبول طبقوں میں سے کم از کم دوسرے طبقہ میں ضرور شامل ہیں اور دوسرا طبقہ پہلے طبقہ سے ملحق ہے جو اعلیٰ درجہ کا طبقہ ہے اور دوسرے طبقہ کی روایت پہلے طبقہ کی طرح بلاریب صحیح و مقبول ہے، ورنہ تو پھر صحیحین کے بہت سے راویوں کو (جن کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ انہیں وہم ہوتا ہے اور یہ مرجی ہیں) ضعیف قرار دے کر اُن کی روایتوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

حضرت حمادؒ پر مرجۂ ہونے کا جو اعتراض کیا گیا ہے مناسب معلوم ہوتا کہ اس کی کچھ وضاحت کردی جائے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی باقی نہ رہے۔

محدثین کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اعمال ایمان کا جزو ہے یا نہیں، بعض محدثین اس کے قائل ہیں کہ اعمال ایمان کا جزو اور فقہاء محدثین ایمان میں کمی بیشی کے قائل نہیں۔ اب اس کے بعد ایک اور مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جو شخص تارکِ اعمال ہے وہ مومن ہے یا نہیں؟ محدثین اور فقہاءِ احناف اس پر متفق ہیں کہ تارکِ اعمال مومن ہے، آگے اللہ کی مرضی ہے کہ اسے عذاب دیں یا معاف فرمادیں۔

خوارج کہتے ہیں کہ تارکِ اعمال کافر ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ نہ کافر ہے نہ مومن، مرجۂ کہتے ہیں کہ اول تو اعمال ایمان کا جزو نہیں اور ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی دوسرے مومن کو ترکِ اعمال سے کوئی فرق نہیں پڑتا، یہ گمراہ فرقہ ہے، چونکہ اس فرقہ نے اعمال کے جزو ایمان نہ ہونے اور ایمان میں کمی بیشی نہ ہونے کا قول کیا ہے اور یہی احناف کا بھی مسلک اس لیے بہت سے محدثین کو دھوکہ لگا اور انہوں نے امام حماد اور ان کے شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کو مرجۂ میں سے سمجھ لیا، حالانکہ فقہاءِ احناف اور مرجۂ میں ترک عمل کے بارے میں اختلاف ہے، احناف محدثین کے مذہب کے مطابق ترکِ عمل کو مضر سمجھتے ہیں اور مرجۂ مُضر نہیں سمجھتے۔ اگر ان محدثین کی بات مان لی جائے کہ یہ دونوں بزرگ مرجۂ

میں سے ہیں تو پھر اس کی توجیہ میں یوں کہا جائے گا کہ مرجۂ دو قسم کے ہیں۔(۱) مرجۂ مرحومہ (جنہیں مرجۂ اہل سنت بھی کہا جاتا ہے اور جن کا ارجاء، ارجاءِ فقہاء کہلاتا ہے جس کی وضاحت علامہ ذہبیؒ کی عبارت میں آگے آرہی ہے)۔(۲) مرجۂ ملعونہ جو گمراہ فرقہ ہے۔امام حمادؒ اور امام ابوحنیفہؒ مرجۂ مرحومہ ومرجۂ اہلِ سنت میں سے ہیں نہ کہ مرجۂ ملعونہ میں سے اور ان کا ارجاء ارجاءِ فقہاء ہے، جس کے بہت سے محدثین قائل ہیں۔

چنانچہ علامہ ابوالشکور سالمیؒ تحریر فرماتے ہیں:

مرجۂ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مرجۂ مرحومہ اور وہ صحابۂ کرام ہیں۔(۲) مرجۂ معلونہ، یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ معصیت مضر نہیں یعنی گناہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا اور گنہگار کو کوئی سزا نہیں ملے گی، عثمان بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو لکھا کہ کیا آپ مرجۂ ہیں؟ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا: مرجۂ دو قسم کے ہیں، مرجۂ ملعونہ میں ان سے بری وبیزار ہوں، دوسرے مرجۂ مرحومہ اور یہ صحابۂ کرام ہیں، آپ نے جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ انبیاء بھی اسی کے قائل تھے، کیا دیکھتے نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ ''اے خدا! اگر تو انہیں عذاب دینا چاہے تو دے سکتا ہے کہ یہ تیرے بندے اور غلام ہیں اور اگر تو انہیں بخشنا چاہے تو بخش سکتا ہے کہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔

علامہ سالمیؒ کی اس تحریر سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ امام حماد اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا تعلق مرجۂ مرحومہ سے ہے جنہیں مرجۂ اہل سنت کہا جاتا ہے اور اس سے تعلق ہونا کوئی عیب کی بات نہیں کہ یہ تو انبیاء کرام وصحابۂ عظام کی راہ ہے، مرجۂ معلونہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں اگر ان سے تعلق ہوتا تو یقیناً اعتراض کیا جا سکتا تھا، علامہ سالمیؒ کی تحریر میں چونکہ خود حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے وضاحت آچکی ہے کہ ان کا تعلق مرجۂ مرحومہ ومرجۂ اہل سنت سے ہے اس کے بعد بھی ان پر اعتراض کرنا سورج پر تھوکنے کے مترادف ہوگا۔

بعض علماء نے امام حمادؒ اور امام ابوحنیفہؒ کو مرجۂ کے لقب سے مُلقب کیے جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ چونکہ امام حمادؒ اور امام ابوحنیفہؒ صدرِ اول کے معتزلہ کی مسئلہ قدر میں مخالفت کیا کرتے تھے اور معتزلہ اپنے مخالفین کو مرجۂ کے لقب سے پکارتے تھے، اس لیے وہ ان دونوں بزرگوں کو بھی اسی لقب سے پکارنے لگے، یہی حال خارجیوں کے ایک فرقہ وعیدیہ کا تھا، وہ بھی اپنے مخالفین کو مرجۂ کہتے

تھے۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی (م:۵۴۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کو مرجۂ کے لفظ سے پکارے جانے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ امام صاحبؒ ان قدریہ اور معتزلہ کی جو صدرِ اول میں پیدا ہوئے تھے مخالفت کیا کرتے تھے اور معتزلہ لوگ ہر اُس شخص کو جو مسئلہ قدر میں ان کی مخالفت کرتا تھا مرجۂ کے لقب سے پکارتے تھے، ایسا ہی وعیدیہ فرقہ جو خوارج میں سے ہے اپنے مخالف کو مرجۂ کہتا تھا پس کوئی بعید نہیں ہے کہ یہ لقب معتزلہ اور خوارج کے دونوں فرقوں نے امام صاحب پر چسپاں کیا ہو۔''

تقریباً یہی بات علامہ آمدیؒ نے کہی ہے، چنانچہ علامہ ابن حجر ھیثمی مکی شافعیؒ (م:۹۷۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے یا امام ابوحنیفہؒ کو مرجۂ اہل سنت میں سے شمار کیا ہے شاید اُن کا عذر یہ ہوگا کہ چونکہ معتزلہ لوگ صدرِ اول میں اُس شخص کو جو اُن کی مسئلہ قدر میں مخالفت کرتا تھا مرجی کہا کرتے تھے (اس لیے انہوں نے بھی اُن کی دیکھا دیکھی امام صاحبؒ کو مرجی کہہ دیا ہے۔''

علامہ شہرستانیؒ اور علامہ آمدیؒ کے ان اقوال سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ امام (حمادؒ اور ان کے شاگرد امام ابوحنیفہؒ) کو جنہوں نے مرجۂ میں شمار کیا ہے۔ اس سے ان کی مراد مرجۂ اہل سنت ہیں نہ کہ مرجۂ ملعونہ جو کہ گمراہ فرقہ ہے،، دوم یہ کہ ان کو مرجۂ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدرِ اول میں معتزلہ اور خوارج کی مخالفت کیا کرتے تھے اور معتزلہ وخوارج اپنے مخالفین کو مرجۂ کہتے تھے۔ بعینہٖ ایسے ہی جیسا کہ اس زمانے میں اہلِ بدعت اپنے مخالفین کو وہابی کہتے ہیں۔

علامہ شہرستانی اور علامہ آمدی کی بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ زمانۂ حال میں فقہائے احناف کے مرجۂ ہونے کے پرچارک بھی وہی لوگ ہیں جو غالی قسم کے خارجی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ (م:۷۴۸ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت معمرؒ فرماتے ہیں میں نے حمادؒ سے کہا کہ تم تو اپنے اصحاب میں سردار اور مقتدا و پیشوا کا درجہ رکھتے تھے یہ کیا ہوا کہ تم ان کی مخالفت کرکے تابع بن گئے؟ حضرت حمادؒ نے کہا کہ میں حق بات میں تابع بن کر رہوں یہ اس سے بہتر ہے کہ باطل میں سردار بن کر رہوں (علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معمرؒ کا اشارہ اس طرف ہے کہ حضرت حمادؒ فقہاء کے ارجاء کو اختیار کرکے مرجی بن گئے تھے

اور فقہاء کا ارجاء فقط یہ ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کو ایمان میں سے شمار نہیں کرتے (یعنی ایمان کا جزو نہیں مانتے) اور کہتے ہیں کہ ایمان زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنے کا نام ہے، اس صورت میں (محدثین کے درمیان) نزاع صرف لفظی رہ جاتا ہے انشاء اللہ اور ارجاء میں غلو تو وہ لوگ کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ توحید کے ہوئے فرائض کے چھوڑنے سے کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طالب ہیں۔"

علامہ ذہبیؒ "میزان الاعتدال" میں (صحیحین) کے ایک راوی حضرت مسعر بن کدامؒ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"سلیمانی کے اس قول کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے کہ مسعر بن کدام، حماد بن ابی سلیمان، نعمان (بن ثابت)، عمرو بن مرۃ، عبدالعزیز بن ابی رواد، ابو معاویہ، عمرو بن ذر وغیرہ مرجۂ میں سے ہیں (علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ارجاء تو بہت سے جلیل القدر علماء کا مذہب ہے، لہٰذا اگر کوئی ارجاء کا قائل ہو تو اُس پر (اعتراض کرکے) ظلم و زیادتی کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔"

علامہ شہرستانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مرجۂ لوگ جیسا کہ نقل کیا گیا ہے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب، سعید بن جبیر، طلق بن حبیب، عمرو بن مرہ، محارب بن دثار، مقاتل بن سلیمان، ذر، عمرو بن ذر، حماد بن ابی سلیمان، ابو حنیفہ، قاضی ابو یوسف، امام محمد بن حسن اور قدید بن جعفر ہیں۔ یہ سب لوگ ائمہ حدیث جو گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے اور نہ اس کے مخلد فی النار ہونے کے قائل ہیں اور یہ لوگ خوارج وقدریہ کے مخالف ہیں۔"

ان تمام تحریرات کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ حضرت حمادؒ کو جو مرجۂ کہا گیا ہے اس سے مراد مرجۂ اہل سنت ہیں جن کا ارجاء ارجائے فقہاء کہلاتا ہے جس کا مطلب فقط یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزو نہیں ہیں، ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا اسکا معاملہ خدا کے سپرد ہے چاہے معاف کردے چاہے عذاب دے، یہ موقف صرف حضرت حمادؒ ہی کا نہیں بلکہ علامہ ذہبیؒ اور علامہ شہرستانیؒ کی تصریح کے مطابق بڑے بڑے جلیل القدر محدثین وفقہاء کا بھی ہے اور اور ان بیسیوں راویوں کا بھی ہے جن سے بخاری ومسلم نے روایتیں لیں جن میں مسعر بن کدام، ابراہیم بن طہمان جیسے کبار محدثین شامل ہیں، اگر مرجۂ اہل سنت میں سے ہونا کوئی عیب ہے اور اس وجہ سے وہ راوی

ضعیف ہوجاتا ہے تو پھر یہ اعتراض بخاری و مسلم کے بہت سے راویوں پر بھی وارد ہوگا اور اس وجہ سے ان کی روایات بھی ضعیف قرار دی جائیں گی، اعاذنا اللہ منہ

رہی امام حمادؒ پر کی جانے والی تیسری اور چوتھی جرح (کہ یہ احتجاج کے قابل نہیں اور حدیث آتی ہے تو پریشان ہوجاتے ہیں) تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ جرحیں صرف ابو حاتمؒ نے کی ہیں جو ائمہ احناف کے بارہ میں انتہائی متشددانہ رویہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی جرح کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا، اگر ان کی جرحوں کا اعتبار کیا جائے تو پھر امام بخاریؒ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ انہوں نے امام بخاریؒ کو بھی ناقابلِ احتجاج سمجھ کر اُن سے روایت لینی چھوڑ دی تھی۔ ایسی صورت میں اگر یہ امام حمادؒ کو ناقابلِ احتجاج قرار دیں تو کون سی بڑی بات ہے، اس سے قطع نظر ابو حاتمؒ کی بات درایۃً بھی درست نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ جب حضرت حمادؒ کو کبار محدثین امام یحی بن سعید القطانؒ، امام عجلیؒ، امام نسائی، امام ذہبیؒ ثقہ اور ابن عدیؒ متماسک فی الحدیث اور لاباس بہ امام شعبہؒ اور خود ابو حاتمؒ صدوق قرار دے رہے ہیں تو پھر حضرت حمادؒ احتجاج کے قابل کیوں نہیں؟

دوسرے یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ بخاری و مسلم میں بہت سے ایسے راوی ہیں جن پر حضرت حمادؒ سے دس گناہ زیادہ جرح کی گئی ہے لیکن وہ پھر بھی قابلِ احتجاج ہیں اور ان کی روایتیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں ایسی صورت میں حضرت حمادؒ نے کیا خطا کی ہے کہ وہ قابلِ احتجاج نہیں ہیں؟

رہا ابو حاتمؒ کا یہ کہنا کہ "حمادؒ فقہ میں تو مستقیم ہیں لیکن حدیث آتی ہے تو پریشان ہوجاتے ہیں" اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو ابو حاتمؒ کی یہ بات بھی قطعاً درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ امام حمادؒ کو ابن عدیؒ کثیر الروایۃ لکھتے ہیں، ابو الشیخ انہیں طبقات المحدثین میں اور علامہ سیوطیؒ انہیں طبقات الحفاظ اور علامہ شہرستانی انہیں ائمہ حدیث میں ذکر کرتے ہیں۔ امام حاکمؒ نے تو انہیں اُن محدثین میں شمار کیا ہے جن کی حدیثیں یاد کرنے کے لیے اکٹھی کی جاتی اور جن کے تذکرہ سے برکت حاصل کی جاتی ہے، سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص کثیر الروایت حافظ الحدیث اور ائمہ حدیث میں سے ہو وہ حدیث کے سامنے آتے ہی کیسے پریشان ہوسکتا ہے؟ پیچھے گزر چکا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام حمادؒ سے دو ہزار احادیث روایت کرتے تھے، امام اعظمؒ جو امام حمادؒ کے براہِ راست شاگرد ہیں دو ہزار احادیث اُن سے روایت کرتے ہیں وہ تو کہیں نہیں کہتے کہ امام حمادؒ حدیث آتی تھی تو پریشان ہوجاتے تھے، ابو حاتمؒ جنہوں نے نہ امام حمادؒ کا زمانہ پایا نہ اُن کو دیکھا معلوم نہیں اُنہیں کیسے پتہ چل گیا کہ امام حمادؒ حدیث

آتی تھی تو پریشان ہوجاتے تھے؟

امام ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں حافظ عبداللہ بن وہب دینوریؒ کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''حافظ ابوعلی نیشاپوریؒ فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن وہب دینوریؒ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں امام ابوزرعہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ایک خراسانی ان کے سامنے موضوع حدیثیں بیان کررہا ہے اور ابوزرعہؒ روایات کو غلط بتلا رہے ہیں، وہ خراسانی ان کی باتوں پر ہنس رہا ہے کہ واہ کیا خوب جو روایت اُن کو یاد نہیں یہ اُسے غلط بتلا رہے ہیں، ابن وہبؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس خراسانی سے پوچھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ وہ بولا کہ حنفی، میں نے کہا کہ بتاؤ امام ابوحنیفہؒ کی بواسطۂ حماد کیا روایات ہیں؟ وہ چپ ہوگیا، پھر میں نے حافظ ابوزرعہؒ سے دریافت کیا: ''اے ابوزرعہ! تمہیں حمادؒ کی سند سے امام ابوحنیفہؒ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟

اس پر حافظ ابوزرعہؒ نے حدیثوں کا سلسلہ شروع کردیا۔

غور فرمایئے! کیا اس واقعہ کی موجودگی میں بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام حمادؒ حدیث آتی تھی تو پریشان ہوجاتے تھے۔

پھر یہ دیکھیے کہ کبار محدثین امام حمادؒ کو فقیہ تحریر فرماتے ہیں اور امام ذہبیؒ آپ کو مجتہد اور علامہ لکھتے ہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کوئی شخص بھی فقیہ مجتہد اور علامہ حدیث دانی کے بغیر نہیں بن سکتا، حیرت کا مقام ہے کہ جس امام کو کبار محدثین فقیہ، مجتہد اور علامہ قرار دیں اُس کے بارہ میں یہ کہا جائے کہ وہ حدیث کے سامنے آتے ہی پریشان ہوجاتا ہے، اس لیے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ امام حمادؒ پر کی جانے والی جرحیں تشدد پسندی پر مبنی ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اللہ ہم سب پر رحم فرمائے اور سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین!

یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبیؒ ''میزان الاعتدال'' میں امام حمادؒ کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اگر ابن عدی نے کامل میں اِن کا تذکرہ نہ کیا ہوتا تو میں بھی اِس کتاب میں اِن کا ذکر نہ کرتا۔''

اِسی پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم حضرت حمادؒ کے تذکرہ کو ختم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اکابر واسلاف سے سچی محبت نصیب فرمائے اور اُن کی تحقیر وتنقیص سے ہماری حفاظت فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

اقوال حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ میں نے کبھی اپنے بچوں کا حق نہیں روکا اور نہ کبھی انہیں دوسروں کا حق دیا ہے اگر یہ اطاعت گزار رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی ضرورتیں پوری کرے گا وہی نیکوں کا سرپرست ہے اور اگر یہ بدکار نکلے تو مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا سب سے افضل عبادت ہے۔

☆ جب تجھے چپ رہنے کی خواہش ہو اس وقت بول اور جب تجھے گفتگو کرنے کی خواہش ہو اس وقت چپ رہ۔

☆ اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرو کہ تم میں سے اگر کسی شخص کا رزق پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہے یا زمین کی تہہ میں موجود ہے وہ اس کو یقیناً ملے گا۔

☆ بادشاہ تو اس بازار کی طرح ہوتے ہیں کہ جس جنس کی نکاسی زیادہ ہوتی ہے وہی چیز بازار میں زیادہ آتی ہے اگر بادشاہ عابد و زاہد ہے تو اس کو ایسے ہی لوگ ملتے ہیں اور اگر فاسق و فاجر ہے تو ایسے ہی شخص ملیں گے۔

☆ مجھے نزع کے وقت کم تکلیف کا ہونا پسند نہیں ہے کیونکہ یہ آخری مصیبت ہے جس پر مومن کو اجر ملے گا۔

☆ اپنی آرزوؤں کو دل ہی میں مار ڈالو اور دلوں کو ان میں نہ مرنے دو۔

☆ اگر دنیا کی نعمت بلا آمیزش تکلیف ہوتی تو دنیا ہی جنت ہوتی۔

☆ جو شخص لڑائی جھگڑے، طمع اور غصہ سے الگ رہا اس کو فلاح حاصل ہو گئی۔

☆ اگر میں سوائے قیامت کے کسی اور چیز سے ڈرتا تو اللہ مجھے اس طرح امن و امان سے نہ رکھتا۔

☆ جس کو اللہ ہدایت یاب فرما دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا۔

☆ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ لوگو! اللہ سے ڈرو۔

☆ یا اللہ! میں اپنی زبان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

☆ قناعت اور مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچانا فقہ اکبر ہے۔

☆ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اپنے اوپر مقدم کرلو اور رعیت کی پرواہ کرو تم اچھی طرح جان لو کہ میرے بعد تم بہت کم روز دنیا میں رہو گے۔

☆ مجھے زہر دیا گیا اور جس وقت دیا گیا ہے اور جس نے دیا ہے وہ بھی مجھے معلوم ہے۔

☆ مذاق کی بدولت آپس میں کینہ اور فساد پیدا ہوتا ہے۔

☆ (قیامت کے روز) نیکیاں اور برائیاں ایسے ترازو میں تولی جائیں گی جس کے دو پلڑے اور زبان ہوگی۔ ☆ جو ہنستے ہوئے گناہ کرتا ہے وہ روتے ہوئے جہنم میں جائے گا۔

☆ جس شخص نے اذان سن کر اس کا جواب نہ دیا اس نے بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے بھلائی نصیب ہوگی۔ ☆ جو چاہو پہنو بشرطیکہ اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو۔

نظر بد دور کرنے کا وظیفہ

حضرت جبرئیلؑ نے نظر بد دور کرنے کا ایک خاص وظیفہ حضور اکرم ﷺ کو سکھایا اور فرمایا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر پڑھ کر دم کیا کریں۔

ابن عساکر میں ہے کہ جبرئیلؑ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے، آپؐ اس وقت غمزدہ تھے۔ سبب پوچھا تو فرمایا حسنؓ اور حسینؓ کو نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے۔ آپؐ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور ﷺ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہیے:

اَللّٰھُمَّ ذَاالسُّلْطَانِ الْعَظِیْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِیمِ ذَا الْوَجْهِ الْکَرِیْمِ وَلِیَّ الْکَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْیُنِ الْاِنْسِ.

حضور ﷺ نے یہ دُعا پڑھی، وہیں دونوں بچے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگو اپنی جانوں کو، اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ کرو، اس جیسی اور کوئی پناہ کی دُعا نہیں۔ [تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۴۱۶]



تمہید

از، برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کو ہدایت کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہر زمانہ میں یکے بعد دیگرے مبعوث فرمایا اور خاتم الانبیاء فخر الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم تھا تو نائبین و وارثین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعنی اوَلیاء کرامؒ کو خلقت کے لیے نمونہ بنایا کہ اپنے افعال ظاہریہ سے رشد و ہدایت کا کام کریں اور اپنے انفاسِ باطنیہ سے عالم کو منور فرمائیں۔ ایسے ہی پاک نفوس کی بدولت دنیا کا قیام ہے اور ایسی ہی متبرک ہستیوں سے دین کی حفاظت ہے ۔

یہی ہیں جنکے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر　انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وارثت ہے　انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہر گز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

درحقیقت ان رہبران امت کا سونا ہم نااہلوں کی عبادت سے بھی قیمتی ہے۔ انہیں قدسی نفوس میں سے ایک کامل فرد حضرت رائے پوریؒ تھے جن کو حق تعالیٰ شانہ نے زہد، اتقاء، رضا، تسلیم، صبر و شکر، دولداری و غمگساری، خدا ترسی، قناعت اور توکل کا مجسمہ بنایا تھا۔ ابھی تک وہ آنکھیں بکثرت

موجود ہیں جن کو اس مھبطِ انوار چہرہ کی زیارت کا فخر حاصل ہے اور بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں چہرہ سے انوار کی بارش ہوتی تھی۔ حضرت کی نہایت مختصر سوانح تذکرۃ الخلیل کا جز بن کر ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ مخلوق کی دلداری اور دلجوئی کا جو منظر رائے پور میں دیکھا اس کی نظیر شاید ہی ملے اور اس کے ساتھ ہی یکسوئی اور عزلت نشینی اپنی آپ ہی نظیر تھی کسی نے بلا مبالغہ کہا تھا۔

تواضع و مردت گر کوئی شخص مجسم ہو

تو وہ سرتا قدم عبدالرحیم باصفا ہوگا

جس باغ میں حضرت کا قیام تھا اس کا پتہ پتہ اور ہر ایک درودیوار کا ذرہ ذرہ اب بھی حضرت کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے اور وہی نظارہ سامنے پیش کر دیتا ہے جس کی وجہ سے گلشنِ رحیمی کے گلچینوں کو اب بھی بار بار حاضری کی نوبت آتی ہے۔ نیز حضرت کے خلیفہ خاص حضرت مولانا عبدالقادر صاحب زادمجدہم اور حضرت کے ہمشیرہ زادہ مولانا محمد اشفاق صاحب دام فضلہم کے الطاف بھی خدام کی کشش کا سبب خصوصی ہیں اسی وجہ سے اس بدنام کنندہ اکابر کو بھی بسا اوقات شرف حاضری نصیب ہوتا ہے۔ حضرت کے کتب خانہ میں بہت سی چیزوں کے متعلق بارہا اشاعت کی امنگ پیدا ہوئی، مگر دینی کساد بازی اور اسباب کی عدم مساعدت سے ہمیشہ امنگ ہی پیدا ہو کر رہ گئی۔ اس مرتبہ کی حاضری میں حضرتؒ کی ایک نہایت مختصر وصیت نامہ کے طور پر نظر سے گزری جس کو دیکھ کر بے اختیار دل چاہا کہ قدردانوں تک اس کو پہنچاؤں کہ اس تحریر کی لڑی میں جن موتیوں کو پرویا ہے ان میں ہر کوئی موتی دریکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ علوم کے دریا کو کوزہ میں بند فرما دیا۔ مختصر تحریر سادہ الفاظ مگر ہر ہر لفظ سے تواضع وانکساری اور دنیا سے بے تعلقی ٹپکتی ہے اول تو تمام تحریر ایسی ہی ہے، لیکن مخصوص الفاظ پر بندہ نے خطوط بھی کھینچ دیئے ہیں اور کہیں حاشیہ کے طور پر بھی کچھ اضافہ بھی توضیح کے لیے کر دیا ہے اور حضرت کے کلام کو ممتاز رکھنے کے خیال سے حواشی کو علیحدہ کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس نااہل کو بھی اس وصیت نامہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں ناظرین سے دعا کا بھی امیدوار ہوں۔

مگر صاحب دلے روزے برحمت کند درحق ایں مسکیں دعائے

(شیخ الحدیث حضرت مولانا) زکریا کاندھلویؒ سہارن پور

۱۸/ذوالقعدہ ۵۴ھ جمعہ

عظمۃ القرآن

خلاصہ وعظ

بعد درود شریف فرمایا کہ مولوی نور محمد صاحبؒ و مولوی عبداللہ صاحبؒ نے مجھے امر فرمایا ہے کہ میں کچھ ضرور ہی عرض کروں۔ اگر چہ بولنا دشوار ہے اور دماغ کمزور ہے مگر ان کے فرمانے سے عرض کرتا ہوں خیال سے سن لیں اور اس کے بعد مطلع فرمادیں کہ آپ کی طبیعتوں نے اسے قبول کیا ہے یا نہیں آپ صاحبان کو جو اتنی دور آنے کی تکلیف دی گئی ہے اور آپ دو دو تین تین منزلیں طے کر کے یہاں آئے ہیں سو اسی غرض سے کہ آپ صاحبان مناسب مشورہ فرماویں، یہ مشورہ لینا ہے امر نہیں ہے کہ کوئی اس قسم کا معاملہ سمجھیں کہ کوئی ملازم سمجھا جاتا ہو، یا کسی قسم کی حکومت سمجھی جاتی ہو، بلکہ مشورہ لینا ہے۔ آپ صاحبان کی جو رائے ہے وہ دینی چاہیے اگر آپ کے نزدیک کوئی غلطی ہو تو بیان کر دینی چاہیے کہ اس میں یہ غلطی ہے۔

لیکن اس کے عرض کرنے سے پیشتر اول یہ بات عرض کرنی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن پاک میں اپنا احسان جتلایا ہے مومنین پر کہ ہم نے تم پر احسان کیا ہے تم میں سے ہم نے رسول بھیجا۔

حضور ﷺ کے مبعوث فرمانے کو مومنوں پر احسان فرما رہے ہیں اور یہ سب جانتے ہیں کہ احسان کسی بڑی ہی شے کا جتلایا جاتا ہے اور احسان بھی جو بہت بڑا ہو۔ حالانکہ ہم سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں، اسی نے ہاتھ، پیر، ناک، منہ دیا ہے اور سب اسی کا عطیہ ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی بڑا احسان ہے۔ وہ احسان حق تعالیٰ کا حضور ﷺ کو مبعوث فرمانا ہے۔ حضور ﷺ جو لے کر آئے ہیں وہ قرآن پاک ہے، اسی کے آگے فرماتے ہیں:

یتلو اعلیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (الآیۃ)

اللہ کی آیتیں تم کو سناتے ہیں اور کتاب کی تعلیم دیتے ہیں گویا حضرت محمد ﷺ کو قرآن شریف کی تعلیم دینے کو ہی مبعوث فرمایا ہے تو وہ نعمت جس کو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے اور جس کا احسان حق تعالیٰ شانہ جتلاتے ہیں وہ یہی قرآن پاک ہے، جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس کو پہاڑوں پر نازل فرماتے تو وہ دب جاتے اور پھٹ جاتے اور قرآن پاک کی یہ تاثیر ہے کہ اس کو

آنکھوں پر رکھو تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، سر پر رکھو راحت ہو، سینہ پر رکھو تو سرور ہو، جب اس میں یہ اثر ہے تو جن سینوں میں حق تعالیٰ شانہ نے اس قرآن کو رکھ دیا ہے ان میں کیا برکت ہوگی۔

اور حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ حافظ کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائیگا کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی تو جب والدین کو جو کہ وسیلہ بنے ہیں تعلیم قرآن کے یہ انعام ملے گا، تو حافظ کو کیا اجر ملے گا؟ اس پر قیاس کر لیا جاوے، فکر کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے اندر بلکہ آخرت کے اندر بھی قرآن پاک سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت دے وہ خوب سمجھ سکتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر آیت پر حافظ کا ایک درجہ بڑھایا جاتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ اگر چہ دنیا میں وزیر، امیر، بادشاہ بھی ہیں لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی نعمت دی ہو اور وہ یوں سمجھے کہ مجھ سے زیادہ دنیا میں اور کسی کو نعمت ملی ہے تو اس نے گویا قرآن پاک کی قدر نہیں کی جو کوئی کسی نعمت کی قدر نہیں کرتا ہے اور شکریہ ادا نہیں کیا کرتا، وہ رحمت نہیں رہتی بلکہ زحمت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

''اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ کرونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے''۔

حق تعالیٰ شانہ کی اتنی بڑی نعمت کی قدر نہ کرنا بڑا کفران نعمت ہے اسی واسطے قدر کی نسبت حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ نااہل کو علم سکھلانا ایسا ہے کہ جیسے خنزیر کو موتیوں کو ہار پہننانا، بھلا خنزیر کی صورت پر موتیوں کا ہار کیا سجے گا؟

اپنے خیال میں یوں آرہا ہے کہ نااہل سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو قرآن کی نعمت عطا فرمائی جاوے اور وہ قدر نہ سمجھیں جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک عطا فرمایا اور وہ قدر نہ کرے تو بس ایسی ہے مثال ہے جیسا کہ خنزیر کی ہے حقیقت میں سوچ کے دیکھ لیجئے کہ یہ قرآن پاک کیا شے ہے

حضور ﷺ تو اسکے لانے والے ہیں اور حق تعالیٰ شانہ کا کلام ہے اس نعمت کا کوئی مول نہیں اتنی بڑی نعمت پر قدر دانی نہ کرنا بڑا کفران نعمت ہے کسی بزرگ کا شعر ہے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ　　　نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

حقیقت میں یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دونوں جہاں دے کر بھی سستا ہے سمجھتے بھی ہو کہ جس

سینے میں قرآن شریف بھرا ہو وہ کس سینے کے مشابہ ہے؟ وہ حضور ﷺ کے سینے کے مشابہ ہے، جس کو حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہو اسے چاہیے کہ تمام دنیا سے مستغنی ہو جائے۔

اگر وہ پانچ دس روپیہ کی آمدنی والوں کا محتاج بنا رہے تو یہ ناقدردانی ہے جو کوئی اس نعمت کو لے اس کو فقر و فاقہ پر قناعت کرنا چاہیے اس کو طالب دنیا نہ بننا چاہیے۔ اس کی یہ شان ہو کہ اس نعمت کو لے کر دنیا و مافیہا سے مستغنی ہو جائے کیا اس کی یہ قیمت ہے کہ پانچ پانچ دس دس روپیہ کی تنخواہ پر اس نعمت کو بیچتا پھرے اگر کوئی تمام دنیا کی سلطنت کسی کو قرآن کے بدلے میں دینا چاہے تو قدر یہ ہے کہ وہ تھوک دے اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ تم کو ٹکڑا نہ ملے فقر و فاقہ کرو اور اس پر خوش ہو۔

جتنی نعمت کسی کو دی جاتی ہے اتنا ہی بوجھ اٹھانا ہوتا ہے سپاہی پر بار ہوگا سپاہی کا اور وزیر پر بار ہوگا وزیر کا، تو جب تم کو سینہ مشابہ سینۂ رسول اکرم ﷺ کے ملا ہے تو خدمت بھی اتنی ہی کرنی ہوگی اور خدمت یہ ہے کہ جو نعمت تم کو ملی ہے وہ دوسروں کو پہنچاؤ اور اس کی اشاعت کرو، دنیا کی نظروں میں شیخ، سید، پٹھان کو شریف سمجھتے ہیں اور تیلی جولاہے کو ذرا رذیل، لیکن حق تعالیٰ کے یہاں شرافت شیخ، سید ہونے پر نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سب سے بہتر اور دنیا کے اندر شریف وہ ہے جو قرآن سیکھنے والا اور سکھانے والا ہو۔

یہ قرآن پاک اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کا سیکھنے والا اور سکھانے والا اللہ کے نزدیک دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے شریف ہو جاتا ہے، اس کا شکر یہ یہ ہے کہ اس کو سکھاوے پھیلاوے سکھانے کی صورت یہ ہے کہ اس قرآن پاک کا بدلہ دس، پانچ یا پچاس تو کیا ہو سکتے ہیں دنیا اور آخرت بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا، اگر کوئی اس بنیاد پر سکھائے کہ یہ دس پانچ روپیہ اس کا عوض ہے تو اس سے بہتر تو یہ ہے کہ ہو بھنگی کی نوکری کرلے اور پاخانہ اٹھاوے۔ آج کل اکثر طبیعتوں میں یہی ہے ہم کیوں کوشش نہ کریں کہ حق تعالیٰ ہمارے قلوب سے یہ نکال دیں۔ اب یہ حالت ہے کہ محنت کر کے قرآن حفظ کیا ہے اور دس پانچ کی نوکری تلاش کرتے ہیں، بعض مردوں پر پڑھتے ہیں یا رمضان میں سناتے ہیں، وہاں سے دس پانچ کا منافع ہو جاتا ہے، خیال کرلو کہ کس درجہ کا ذلیل ہے یہ شخص۔

دنیا کی عزت اور آخرت کی عزت اس میں ہے کہ فقر و فاقہ پر قناعت کرو اور اللہ کے واسطے

اس کی اشاعت کرو کہ کسی طرح لوگوں پہنچ جائے، دنیا اور اہل دنیا اس کے مخالف ہیں یہاں تک اثر ہے کہ مقتداؤں کا یہ خیال ہے کیا قرآن پڑھا کر مسجد کا ملا بنانا ہے۔

مجھے یاد ہے پانی پت میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں میں بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھ کر کسی نے رائے پور کا ذکر کیا کہ اس طرح رائے پور میں قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے۔ اس کو سن کر حضرت کو مسرت ہوئی اور حسرت کے ساتھ فرمایا کہ کبھی تو پانی پت میں یہ حالت تھی لیکن جب سے یہ اسکول و کالج ہوئے ہیں قرآنی تعلیم اٹھ گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے اس سلسلے کو جاری کر رکھا ہے اب ہم اس زمانے میں ہیں کہ کوئی شخص بڑے لوگوں میں سے اس کا مددگار نہیں، غیر مذہب بھی اور اہل مذہب بھی سب کے سب مخالف نظر آتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ جو لوگ حدیث وفقہ پڑھ رہے ہیں صرف وہی بڑا کام کر رہے ہیں، سوچنے کی یہ بات ہے کہ اگر کوئی شخص مکان بنادے خواہ دو منزلہ چار منزلہ یا پانچ سات منزلہ کتنا ہی بلند لے جاوے، کیسی ہی زیب وزینت کرے شیشہ آلات وقنادیل لگادے گو ظاہرمین کو یہ مکان اچھا معلوم ہو لیکن سوچنے والا جانتا ہے کہ اگر بنیاد قائم ہے تو سب زینت قائم ہے۔ اسی طرح جتنے علوم قرآنی ہیں وہ سب قرآن پر ہی قائم ہیں۔ ان الفاظ قرآن ہی کی بدولت سارے علوم قائم ہیں اگر یہ الفاظ نہ رہیں تو سارے سارے دیکھتے رہ جائیں گو ہماری نظروں میں یہ تھوڑا کام ہے لیکن اگر خدانخواستہ یہ الفاظ نہ رہیں تو تمام علوم منہدم ہو جاویں یہی وجہ ہے کہ توریت وانجیل کا پتہ نہیں، کیونکہ ترجمہ ہو کر اصل کا خیال نہیں رکھا گیا، قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ الفاظ قرآنی نہیں رہیں گے۔ یہ الفاظِ قرآن بنیاد ہیں سب علوم کے، اس لیے اپنے دل کے اندر لے لے اور قرآن پاک کا قدردان ہو تو ہرگز کسی کی کٹوری پیسہ کی طرف توجہ نہ کرے اپنی کسی حاجت کو کسی کے آگے نہیں لے جانا چاہیے۔ اپنی نیت کو درست کر لو کہ محض اللہ کی رضا اس کی قیمت ہے۔ اسی واسطے جنت کے اندر جنتیوں کو جب سب نعمتیں مل جائیں گی اور جو جی چاہے گا سب مہیا ہو جائیگا، اس وقت سوال ہوگا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو، دنیا کا قاعدہ ہے کہ دس روپیہ کی آمدنی والا بیس روپے کو اور ہزار والا دو ہزار کو زیادہ سمجھتا ہے، سب کے سب یہ کہیں گے کہ خداوند ہم کو سب کچھ عطا فرمایا اب اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہوگی، اس پر حکم ہوگا کہ ہم تم سے راضی ہو گئے اب کبھی ناراض نہ ہونگے۔ اس حکم کو سن کر اہل جنت کی حالت ہی کچھ

اور ہو جائیگی اوران کو ایسی خوشی ہوگی کہ پہلی نعمتوں کو ہیچ سمجھیں گے، سواس نعمت قرآن کا بدلہ سودوسو روپیہ نہیں ہے اس کا بدلہ اگر ہے تو رضائے حق تعالیٰ ہے،

قرآن کا پھیلانا، تعلیم کا پھیلانا اسی امید پر ہو کہ اللہ راضی ہوجاوے تم دیکھ رہے ہو کہ اگر بھوک کی وجہ سے مرنا ہوتا تو بادشاہ نہ مرتے، فقروفاقہ کی وجہ سے نہ امیر مرتے، ہیں نہ فقیر مرتے ہیں وقت پر سب کی موت ہوتی ہے یہاں کی حالت یہ ہے کہ راحت وتکلیف سب فانی ہیں، مرنا اپنے وقت پر ہوتا ہے نہ بادشاہ کو اس کی سلطنت کارآمد ہوسکتی ہے اور نہ فقیر کو اس کا فاقہ البتہ ایک فرق ہے جس نے فقروفاقہ کی تکلیف اٹھایا اور قرآن پاک کی تعلیم کو پھیلایا اس کے لیے سب نعمتیں موجود ہیں۔ تکلیف تو سب مٹ جاتی ہیں اور ہمیشہ کے لیے نعمت اور سلطنت مل جاتی ہے اب یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہیں اور پانچ روپے میں گزارہ کرسکتے ہیں جہاں دوسرے نے سات روپیہ کی امید دلائی فوراً چھوڑ کے بھاگے اور دوروپیہ کی خاطر اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اتنے دنوں میں یہ کام چلا ہے اب اس کا یہ انجام ہوگا۔

بئس العبد عبدالدینار والدھم

''روپیہ پیسہ کا بندہ بھی کس قدر بُرا بندہ ہے''۔

البتہ اگر کوئی اورامر دینی حارج ہوتو خیر مضائقہ نہیں ہے کام تو اللہ کے واسطے کرے اوراس کی رضامندی کے واسطے، اب اللہ تعالیٰ اگر بندوں کے ذریعہ روزی پہنچادیں تو یہ اس کا انعام ہے اس کو تنخواہ نہ سمجھو، جیسے مجاہد اللہ کے واسطے جان دیتا ہے اور شہید ہوتا ہے لیکن اگر غنیمت کی ہوس میں جہاد کرتا ہے تو شہادت نہیں ہوتی۔ اس لیے اخلاص کو قلوب میں جمالیں اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور قلب کو اس کی طرف لگالیتا ہے پھر وہ کیوں کرنا امید ہوسکتا ہے، اخلاص ہونا ضروری ہے، بلا اس اخلاص کے وہی مثال ہے جیسا کہ خنزیر اور موتیوں کے ہار کی۔ ضرور خداوند کریم روزی دینگے اور قرآن مجید کا معجزہ ہے جو قرآن کا قدرداں نہیں ہوتا وہ ذلیل ہوتا ہے'' خسر الدنیا و الاٰخرۃ '' اور جس کو دنیا طلبی مقصود نہیں ہوتی وہ خداوند کریم کے نزدیک دنیا میں بھی ممتاز ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی اور خدا چاہے تو اس کو فقروفاقہ آتا ہی نہیں، جنھیں تم محتاج دیکھتے ہو ان کو قرآن کی قدر ہی نہیں، اول بات تو یہ عرض کرنی تھی۔

دوسری یہ ہے کہ جب آپ نے سمجھ لیا اور ارادہ کرلیا تو قلب کو اطمینان ہو جاوے گا اور پھر اگر کوئی بات ایسی نصیحت کی کہے جو کام میں مدد دے وہ قبول کرنا آسان ہوگا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اچھی بات کو اہل فہم اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے کوئی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہوتا ہے اور جب مل جاتی ہے تو جھٹ قبول کرلیتا ہے۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبان کی نہ ذاتی غرض ہے اور نہ کارکنان کی کسی قسم کی وجاہت اور نہ دنیوی نفع ہے محض یہ ہی غرض ہے کہ قرآن پاک کی حفاظت بہت زور کے ساتھ کی جاوے، اس کے الفاظ کی حفاظت میں کوشش درکار ہے، جب سب کا یہی مدعا ہے تو سب کو مل کر سعی کرنی چاہیے کہ کون سے طریقے ہیں جن سے حفاظت میں سہولت ہو۔ مولوی نور محمد صاحب نے جو یہ ہمت باندھی ہے کہ اس کی اصلاح کریں، اس کی اصلاح کے قاعدے خود ان کی زبان سے سن لیں اور عمل کریں۔

اس میں تین قسم کے لوگ نکلیں گے۔ اول جو صاحب نصاب پر قادر اور طرز تعلیم سے واقف ہیں ان کے واسطے کسی قسم کی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے مولوی صاحب سے زبانی تبادلۂ خیالات کرلیں۔

دوئم جو صاحب، نصاب پر قادر ہیں، لیکن طرز تعلیم سے واقف نہیں ہیں ان کو مہینہ میں بیس دن قیام کر کے اس کمی کو پورا کرنا چاہیے۔

تیسرے جو صاحب نہ نصاب پر قادر ہیں اور نہ طرز تعلیم سے واقف ہیں۔ ان کو البتہ ذرا عرصہ تک ٹھہر کر سیکھنے کی ضرورت ہے اور اس عرصہ کی تعین بھی نہیں ہوسکتی جتنی دیر میں کوئی صاحب اپنی کمی کو پورا کرسکیں۔ اور یہاں ٹھہرنے میں ان صاحبوں کو انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔ اگر کسی قسم کی تکلیف ہو بھی تو اس نعمت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

کیونکہ حقیقت میں تمام دنیا مفلس ہے اور نعمت سے مالا مال اور بادشاہ بن کر وہ جاتا ہے جو قرآن پاک کی قدر کرتا ہے۔

بس مجھے تو اتنا ہی عرض کرنا تھا اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں میں اخلاص دیں اور اپنے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین طریقہ ہمیں تلقین فرمائیں۔

دونوں جہانوں میں فائدہ بخش

نصیحت نامہ

از قطب مرشد عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ

اول یہ کہ دنیا ناپائیدار ہے، نہ یہاں خوشی باقی رہتی ہے نہ رنج وغم باقی رہتا ہے، یہاں سب مسافر ہیں اپنے اپنے وقت پر سب کوچ کرنے والے ہیں، یہاں کی سب چیزیں کھانا، کپڑا، زیور یا مکان، بھائی، باپ، دولت یا آشنا یہیں چھوٹ جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ قبر کے گڑھے میں جو اندھیری اور تنہائی کا گھر ہے، اکیلے کو ڈال کر چلے آتے ہیں جسم کو کیڑے کھا لیتے ہیں۔ پیٹ پھوٹ کر ایسی بدبو پھیلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ فقط ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کام وہاں کام آتے ہیں جس کا ایمان خراب ہوگیا وہ برباد اور تباہ ہوگیا۔ اس کا کہیں ٹھکانہ نہیں، سو ایمان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔

جن چیزوں سے ایمان جاتا رہتا ہے وہ دو ہیں۔ ایک شرک، دوسرا کفر۔

شرک کا تو کتاب نصیحۃ المسلمین اور تقویۃ الایمان میں اچھی طرح سے بیان ہے اور کفر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول مقبول ﷺ کے حکم کا انکار کرے یا اس میں شک کرے سنت اور دین کی بات کو حقیر یا ذلیل جانے اور عیب لگائے اور اگر کوئی دین کی بات پر طعن کرتا ہو، اس کی ہاں میں ہاں ملائے ان سب باتوں سے آدمی کافر بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہوجاتا ہے اور بدعت سے ایمان خراب ہوجاتا ہے، اس کا بیان بھی ان دونوں کتابوں میں اچھی طرح سے ہے۔

دوسرے یہ کہ نماز کی بہت حفاظت کرنی چاہیے۔ اول وقت پر ادا کرنی چاہیے۔ کسی کام یا شرم دنیا کی وجہ سے نماز ضائع نہ کرنی چاہیے۔ جو کوئی نماز کو جان کر ترک کرتا ہے وہ کافر بننے کے نزدیک ہوجاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جس روز اللہ صاحب نے تجھ کو زیور دیا ہے، اس روز سے جب ایک سال پورا ہوگا تو چالیسواں حصہ اس میں سے زکوۃ دینا تجھ پر فرض ہوگا اور قربانی کرنا اور عید کے روز صدقہ وغیرہ

دینا واجب ہے۔، جو زکوٰۃ نہیں دیتا، اس کے مال کے پترے بنا کر دوزخ میں گرم کر کے اس کی پیشانی اور پسلیوں پر داغ دیا جائیگا۔

چھوتھے یہ کہ خاوند کی تابعداری اور خوش رکھنا اور حکم ماننا۔ ان باتوں سے جن میں اللہ و رسول ﷺ کی ناراضگی ہو، بچتے رہنا۔ دل اور ظاہر میں خیر خواہی کرنا کسی امر میں ناراض نہ کرنا۔ اگر قصور ہو جائے تو معاف کرانا اور جہاں تک ہو سکے دین کی رغبت دلانا اور ادب کے ساتھ نرمی سے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

پانچویں یہ کہ پانی پت والی اور اس کی اولاد کے ساتھ ایسی تابعداری اور محبت کا برتاؤ کرنا کہ ان کے دل میں محبت اور راحت ہو، نہ یہ ایسی بات کرے جس سے ان کو رنج پہنچے اور تجھ سے نفرت وعداوت ہو، جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو ان کی خدمت کرنے والی اور تابعدار سمجھنا اور ان کی خیر خواہی کرنا۔ ہر بات میں ان کا ادب کرنا۔

چھٹے یہ کہ اپنے کنبے والوں اور نزدیکوں اور قریبیوں سے بہت محبت اور ادب سے برتاؤ کرنا کہ ان کے دل میں تیری محبت اور زبان پر تیری تعریف ہو اور اپنے آپ کو سب سے کم جاننا۔

ساتویں یہ کہ ہر ایک آدمی سے نرم زبانی سے بولنا، خاکساری سے رہنا، ہر ایک کی خاطر اور تواضع کرنا، کسی کو سخت بات نہ کہنا جو تجھ کو کوئی سخت بات کہے، اس کو ویسا جواب نہ دینا، اپنے قصور کو قصور سمجھنا، دوسروں کے عیب نہ دیکھنا، کسی کی بات کسی نہ کہنا،

کسی کو حقارت کی نظر سے نہ تکبر اور غرور نہ کرنا کیوں کہ تکبر کرنے والا اللہ پاک کا دشمن ہوتا ہے اور کتاب تنبیہ الغافلین اور اکسیر ہدات مطالعہ میں رکھنا، جو کچھ ان میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا، قرآن شریف کی تلاوت ہمیشہ کرنا اور جو جو سورتیں جس جس وقت پڑھنی بتلائی ہیں ان کو ہرگز نہ چھوڑنا، جو کوئی مانگنے والا حاجب مند کچھ سوال کرے،

اپنے مقدور موافق ان کے ساتھ سلوک کرنا، مہمان کی خاطر داری اور تواضع کرنا اور اپنی مشکل اور حاجت میں اپنے رب ہی سے دعا اور عاجزی کرنا، کسی مخلوق سے امید نہ رکھنا، اب اللہ پاک تجھ کو اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ سے ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔ توفیق اسی کے اختیار میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سفارت نہیں غیرت

اوریا مقبول جان

پوری دنیا دوسری عالمی جنگ کے جہنم میں جھونک دی گئی تھی۔کوئی ملک ایسا نہیں تھا جو اس جنگ کے اثرات سے محفوظ رہا ہو۔پہلی عالمگیر جنگ میں ذلت آمیز شکست کے بعد عوام کی زبردست اکثریت سے منتخب ہونے والا جمہوری رہنما ہٹلر، ظلم و بربریت کی علامت اور دشمنوں کے لیے خوفناک آندھی کی صورت بن چکا تھا۔جرمن نسل کی برتری کا بھوت اُس کے سر پر سوار تھا اور اس کے اسی خلجان نے پوری قوم کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا۔نسلی تعصب اور جمہوری اکثریت کا اس سے بدترین گٹھ جوڑ تاریخ نے نہیں دیکھا۔ایک جانب جرمنی،اٹلی اور جاپان تھے اور دوسری جانب برطانیہ ،فرانس،امریکہ اور روس۔کئی ایسے ممالک بھی شامل تھے جو جنگ سے براہ راست متاثر ہوئے یا جنگ کے فریقین کو مدد فراہم کر رہے تھے جسے سفارتی زبان میں لاجسٹک سپورٹ کہتے ہیں۔دونوں جانب کے ممالک کا دنیا بھر کی اقوام پر مسلسل دباؤ تھا کہ وہ جنگ میں حصہ لیں یا مدد کریں۔

برصغیر پاک و ہند کی کی غلامی کا تو کیا کہنا۔یہاں سے لاکھوں نوجوان برطانوی فوج میں بھرتی ہوئے،ان میں سے چھیانوے ہزار جنگ میں کام آئے ،354،74 زخمی ہوئے۔دو ہزار سے زائد ہندوستانی فوجیوں نے تاجِ برطانیہ سے تمغے حاصل کیے تھے،جن میں 31 اعلیٰ ترین جنگی تمغہ وکٹوریہ کراس شامل ہیں۔

اتحادی افواج کو تیل ملا تو بحرین اور مسقط کی افواج ان کے ساتھ مل کر جرمنی سے لڑیں ۔ایران کے رضا شاہ پہلوی نے انکار کیا تو اگست 1941ء میں روس اور برطانیہ نے رضا شاہ پہلوی کو تخت سے دستبردار ہو کر ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور اُس کے بیٹے محمد رضا شاہ کو تخت پر بٹھایا۔

سپین اور ارجنٹائن جیسے ملک بھی دباؤ برداشت نہ کر سکے اور جنگ میں اتحادیوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے۔کمال اتاترک کا ترکی تھوڑی دیر الگ تھلک رہا لیکن پھر وہ بھی اتحادیوں کی کشتی میں سوار ہو گیا۔

جنگ کے شعلے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے چکے۔ متحارب فرقی خونخوار بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ پالیسی یہ تھی کہ جو ہمارے ساتھ نہیں ہے وہ ہمارا دشمن ہے۔ ایسے میں ایک ملک ایسا بھی نظر آتا ہے جو غیرت وحمیت اور عزت وناموس کے تحفظ کی علامت بنا رہا۔ اس ملک کے چاروں جانب جنگ ہو رہی تھی۔ دو لاکھ پچاس ہزار مربع میل پر محیط یہ ملک جس کی اس وقت کل آباد صرف ستر لاکھ تھی۔ اس کی ساٹھ ہزار فوج میں فضائیہ صرف سو افراد پر مشتمل تھی اور طیاروں کے بارے میں کسی کو کچھ خبر نہیں تھی۔ یہ ملک تھا افغانستان۔

ان فغانوں کی سرزمین جنہوں نے بے سرسامانی کے عالم میں چند دہائیاں قبل اس وقت کی سپر پاور برطانیہ (جس کی سلطنت میں سورج غریب نہیں ہوتا تھا) کو ذلت آمیز شکست دی تھی۔ سید الانبیاء ﷺ کی بشارتوں کی امین، سرزمینِ خراسان۔ جیسے ہی جنگ کے شعلے بھڑکے جرمنی نے افغان حکومت کو فیکٹریاں لگانے، سڑکیں بنانے اور اشیائے صرف خریدنے کے لیے امداد کی پیشکش شروع کی۔ جرمنی سے ان کی مشہور ائیر لائن نے پروازوں کا آغاز کر دیا۔ جس قدر افغان طلبہ جرمنی کے ہائی سکولوں میں پڑھتے تھے ان کو وظائف دے کر اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخل کر لیا گیا۔ افغان افواج کے افسروں کو اپنے فوجی تربیت کے اداروں میں پڑھانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی جرمن حکومت نے افغان حکومت کو اس بات کا قائل کرنا شروع کیا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کر کے برطانیہ سے اپنے علاقے واپس لے لے، جرمن افواج اس کا ساتھ دیں گی۔

اس سے پہلے افغانستان جب لیگ آف نیشنز میں شامل ہوا تو اسے برطانیہ نے جنگی طیارے دیئے تھے، چیکوسلواکیہ سے مشین گنیں اور دیگر اسلحہ آیا تھا۔ اٹلی نے بھی افغان حکومت کو امداد فراہم کی تھی۔ جنگ کے پس منظر میں دونوں جانب کے ممالک افغانستان کی مدد کو تیار تھے اور اس پر بے شمار دباؤ ڈالا جا رہا تھا کہ وہ کسی ایک جانب فیصلہ کرے۔ ایک جانب ہونے کے فوائد ویسے ہی تھے جیسے ان دنوں پاکستان کی حکومت کو بتائے جاتے ہیں اور ان کے منہ سے رال ٹپکنے لگتی ہے۔ بہانہ بنا کر حملہ کرنے کا خطرہ بھی اسی طرح تھا جیسے آج ہمارے سروں پر ڈرون کی صورت منڈلاتا ہے۔ اسی دور میں قبائلی علاقوں میں فقیر آف اپی کی تحریک چل رہی تھی اور اس نے برطانوی افواج کا ناک میں دم کر رکھا تھا اور افغانستان جیسے ملک پر جنگ عظیم دوم کے ماحول میں حملہ کرنے کے لیے یہ بہانہ کافی تھا۔

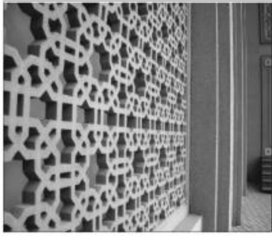
لیکن غیرت مند اقوام کا ردعمل مختلف ہوتا ہے اور دنیا بھر کے لیے مثال بھی۔ اس دباؤ کے دوران نومبر 1941ء میں بادشاہ ظاہر شاہ نے کابل میں لوئی جرگہ بلایا جس میں افغانستان کے تمام علماء، سردار اور تاجروں کے نمائندے شامل تھے۔ اس لوئی جرگے نے جو قرارداد منظور کی اس کے الفاظ تھے

''ہم افغانستان کے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ کسی بھی غیر ملکی طاقت کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ ہماری سرزمین کو کسی بھی قسم کے فوجی آپریشن کے لیے استعمال کرے، خواہ وہ زمینی ہو یا فضائی اور ہم اپنی فضائی حدود کو بھی کسی دوسرے ملک کو جنگ کے مقاصد کے لیے استعمال کی اجازت نہیں دیں گے''

یہ صرف ایک قرارداد ہی نہیں تھی جیسی ہماری پارلیمنٹ منظور کرتی ہے، بلکہ اس کے پیچھے پوری افغان قوم کا عزم شامل تھا۔ ظاہر شاہ نے دونوں جانب کی طاقتوں پر غیرت مند افغان قوم کا یہ مؤقف واضح کر دیا۔ پھر اس کے بعد کسی کو اس شیر دل قوم کو ڈرانے اور دھمکانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو آزاد اور خودمختار ثابت کرنے کے لیے افغانستان نے دو ہزار سے زیادہ جرمنی باشندوں کو اپنی سرحدوں سے نکال دیا جو غیر سفارتی طور پر وہاں مقیم تھے۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ یہ پوری کی پوری قوم صرف اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا جانتی ہے۔ اسی لیے آج تک دنیا کی کوئی سپر پاور ایسی نہیں جس نے افغانستان کے خلاف جارحیت میں ذلت آمیز شکست نہ کھائی ہو۔

صرف چند پہاڑوں کے پار ہم بھی آباد ہیں۔ ہم جو یہ تصور کیے ہوئے ہیں کہ اگر امریکہ کی عالمی امداد ہمارے شامل حال نہ ہوئی تو ہم بھوکے مر جائیں گے۔ اگر امریکی اسلحہ کے فاضل پرزے اور نئی کھیپ نہ ملی تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ ہمارے سیاست دان اس ڈر میں مبتلا ہیں کہ ہم نے سر اٹھایا تو یورپ میں ہمارے کاروبار اور بینک اکاؤنٹ ٹھپ ہو جائیں گے۔

ہمارے بیوروکریٹ، جرنیل، سیاست دان، تاجر سب اولاد کی پڑھائیوں، نوکریوں، سامان کی کھپت اور سیر و تفریح کے ویزوں کے ہاتھوں یرغمال ہیں۔ ہم میں سے ہر کسی نے اپنی اپنی قیمت لگا رکھی ہے۔ کسی میں جرأت ہے کہ امریکی ناظم الامور کے سامنے احتجاج سے پہلے افغانستان کی طرح تمام غیر سفارتی امریکیوں کو ملک بدر کر دے۔ پارلیمنٹ کی ایک قرارداد امریکی سفیر کو دفتر خارجہ بلا کر احتجاج کرنا اور اٹھارہ کروڑ بے وقوف عوام، یہ ہے ہماری غیرت کا کل اثاثہ اسے خریدنا کتنا آسان ہے۔



خواتین کے صفحات

خادمۃ القرآن

مرد اور عورت کی نماز میں فرق

مرداور عورت دو مختلف صنفیں ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو دو مختلف صنفوں میں پیدا فرمایا ہے، دونوں کا جسمانی نظام مختلف ہے، دونوں کا اندازِ زندگی مختلف ہے اور دونوں کی صلاحیتیں بھی مختلف ہیں لہذا یہ کہنا کہ مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں اللہ تعالیٰ کی پیدائش اور فطرت انسانی سے بغاوت ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے اور کوئی بے وقوف ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں، جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ مرد وعورت کی جسمانی اور صفاتی صفات میں فرق ہے تو اب یہ بھی سمجھ لیجیے کہ مرد وعورت دونوں کے لیے شریعت اسلامیہ میں بھی بہت سارے مسائل میں تفریق رکھی گئی ہے، جن کی ایک مختصر سی جھلک ذیل کی سطور میں آپ کے سامنے رکھی جاتی ہے۔

مرد وعورت کے مسائل شرعیہ میں تفریق کی ایک جھلک:

(۱) عورت پر مخصوص دنوں میں نماز معاف ہو جاتی ہے جب کہ مرد پر کبھی بھی نماز معاف نہیں ہوتی۔

(۲) عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ واجب ہے سوائے مسافر، مریض، عورت، بچہ اور غلام کے۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۲۱، باب وجوبھا یعنی جمعۃ) اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جمعہ حق ہے اور جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر واجب ہے، سوائے چار آدمیوں کے غلام جو کسی کی ملک میں ہو، عورت، بچہ اور مریض۔'' (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۲۱ باب وجوبھا)۔

(۳) مرد کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے جب کہ عورت اگر گھر میں نماز پڑھے تو اس کو زیادہ ثواب ہے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اپنی عورتوں کو مسجدوں

میں آنے سے روکو لیکن ان کے گھر ان کے لیے بہترین ہیں'' (مشکوٰۃ باب جماعۃ وفضلھا) اور دوسری حدیث مبارکہ میں یوں آتا ہے کہ عورت کی وہ نماز جو وہ گھر کے اندر پڑھے اس نماز سے بہتر ہے جو وہ صحن میں پڑھے اور وہ نماز جو وہ کوٹھڑی میں پڑھے اس نماز سے جو وہ گھر کے اندر پڑھے بہتر ہے۔(مشکوٰۃ ایضاً)

(۴) مرد خوشبو لگا کر مسجد میں جا سکتا ہے بلکہ اس کے لیے یہ مستحب ہے لیکن عورت کو اول تو مسجد میں آنا ہی بہتر نہیں اور اگر آنا بھی چاہے تو مرد کی طرح خوشبو لگا کر نہیں آسکتی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے'' (مشکوٰۃ ایضاً) حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں جائے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، جب تک وہ غسل کر کے اپنی خوشبو ختم نہ کر لے۔(مشکوٰۃ ایضاً)

(۵) مرد کے لیے جماعت کی پہلی صف میں کھڑا ہونا ضروری ہے اور اگر عورتیں نماز میں شریک ہیں تو ان کے لیے سب سے پچھلی صف میں کھڑا ہونا ضروری ہے، چنانچہ اس فرق کو بھی نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا کہ ''مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین صف پچھلی، اور عورتوں کیلئے بہترین صف پچھلی ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔'' (مشکوٰۃ باب تسویۃ الصّف) اسی طرح کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن میں مرد و عورت کے درمیان شریعت نے فرق واضح کیا ہے۔ مثلاً مرد اذان دے سکتا ہے۔ لیکن عورت نہیں، مرد تکبیر کہہ سکتا ہے، عورت نہیں مرد جماعت کروا سکتا ہے لیکن عورت مرد کو جماعت نہیں کروا سکتی، مرد ٹخنے ننگے کر کے نماز پڑھے گا اور اگر سر پر کپڑا نہ ہو تو بامر مجبوری پڑھ سکتا ہے لیکن عورت نہ ٹخنے ننگے کر سکتی ہے اور نہ ہی سر سے چادر اتار سکتی ہے امام سے غلطی ہو جائے ومقتدی مردوں میں سبحان اللہ کا جملہ بلند آواز سے بول کر امام کو تنبیہ کرے گا لیکن عورت اگر مقتدی ہے تو وہ بولے گی نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر امام کو غلطی پر متوجہ کرے گی (ترمذی ج ۱، ص ۸۵) مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے عورت کو نہیں مرد کے لیے عدت نہیں لیکن عورت کے لیے باقاعدہ عدت ہے یہ اور ان جیسے سینکڑوں شرعی مسائل ایسے ہیں جن سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ مرد و عورت کے درمیان اللہ تعالیٰ نے بہت سارے دینی وشرعی مسائل میں واضح تفریق رکھی ہے اسی طرح نماز جیسی اہم ترین عبادت کی کیفیات میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مرد عورت میں بہت سارا امتیاز اور فرق رکھا ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی بیٹی کی شادی کا قصہ

ابوبکر بن ابی داؤد فرماتے ہیں: عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے سعید بن مسیّب کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا لیکن سعید بن مسیّبؒ نے انکار کر دیا تھا، جس کی پاداش میں عبدالملک ان کے خلاف سازشیں کرتا رہا یہاں تک کہ انہیں سردی کے دن سو کوڑے مارے اور ان پر پانی کا گھڑا انڈیلا اور ان کو اون کا جبہ پہنایا (اس کے بعد راوی نے سند ذکر کرنے کے بعد ابن ابی وداعہ کا قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا) میں سعید بن مسیّبؒ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا، میں کچھ دن حاضر ہو سکا، جب میں آیا تو حضرت سعیدؒ نے پوچھا: آپ کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا: ''میری بیوی فوت ہوگئی تھی اس کی مشغولیت کی بناء پر حاضر نہ ہو سکا'' سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا: ''آپ نے ہمیں اطلاع ہی نہ دی کہ ہم بھی اس کے جنازہ میں شریک ہو جاتے، اور کیا آپ نے کوئی دوسری عورت تلاش کی ہے؟'' میں نے کہا: ''اللہ پر رحم کرے، مجھ سے کون شادی کروائے گا حالانکہ میں صرف دو یا تین دراہم کا مالک ہوں؟'' سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا: میں تیری شادی کرواؤں گا'' میں نے عرض کیا کیا آپ ایسا کریں گے؟ فرمایا: ہاں! اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی درود و سلام پڑھا اور دو یا تین درہم کے بدلہ (اپنی بیٹی سے) میری شادی کرادی، میں وہاں سے اٹھا لیکن خوشی کی وجہ سے میری سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کیا کروں؟ میں اپنے گھر گیا، اس دن میرا روزہ تھا، میں افطار کے لیے رات کا کھانا لایا جو روٹی اور زیتون کے تین پر مشتمل تھا، اچانک میرے دروازے پر دستک ہوئی، میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا ''سعید'' یہ سن کر میں نے سعید بن مسیّب کے علاوہ ہر اس شخص کے بارے میں سوچا جس کا نام سعید تھا، کیونکہ حضرت سعید بن مسیّب کو چالیس سال سے ان کے گھر اور مسجد کے درمیان ہی دیکھا گیا تھا، میں باہر نکلا تو سعید بن مسیّبؒ کھڑے تھے، میں نے گمان کیا کہ ان کے سامنے کوئی بات ظاہر ہوئی (اور شاید انکار کر دیں) میں نے عرض کیا: ''اے ابو محمد! آپ مجھے بلواتے میں حاضر ہو جاتا'' حضرت سعیدؒ نے فرمایا: ''نہیں آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے پاس آیا جائے، آپ ایک بے نکاح شخص تھے میں نے آپ کی شادی کروادی تو یہ بات مجھے ناپسند معلوم ہوئی کہ آپ تنہا رات گزاریں لہٰذا آپ

کی بیوی حاضر ہے۔'' وہ ان کے پیچھے ان کی سیدھ میں کھڑی تھیں، حضرت سعید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دروزاہ سے اندر کیا اور دروازہ بند کر دیا، وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گرگئی، میں نے دروازہ کو مضبوطی سے بند کیا، پیالہ کو چراغ کے سایہ میں رکھا تا کہ وہ اسے دیکھ نہ لے، پھر میں چھت پر چڑھ گیا اور پڑوسیوں کو آواز دی، وہ باہر آئے اور میری خیریت پوچھی، میں نے ان کو گھر کا سارا ماجرا سنایا، وہ اسکے پاس آ گئے، میری والدہ کو خبر پہنچی وہ بھی آ گئیں اور مجھے کہا: ''تیرے لیے میرا چہرہ دیکھنا حرام ہے اگر تو نے میرے تین دن تک اس کو سنگھارنے سے پہلے اسکو ہاتھ لگایا'' میں تین دن تک رکا رہا، پھر اس سے ملاقات کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، قرآن مجید کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والی، سنت رسول ﷺ کو سب سے زیادہ جاننے والی اور خاوند کے حقوق کو سب سے زیادہ پہچاننے والی تھی، میں شادی کے ایک مہینہ بعد تک حضرت سعید بن بن مسیّب کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا، پھر میں آیا تو وہ اپنے حلقہ میں بیٹھے تھے، میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجلس برخاست ہونے تک مجھ سے کوئی بات نہ کی، جب سب لوگ چلے گئے تو فرمایا: ''اس انسان کا کیا حال ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''اے ابو محمد! وہ خیریت سے ہیں اور اس حالت میں ہیں جسے دوست پسند اور دشمن ناپسند کرتا ہے۔'' حضرت سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا: اگر تجھے اس کی کوئی بات ناپسند لگے تو عصا استعمال کرنا۔'' جب میں گھر واپس آ گیا تو انہوں نے میرے لیے بیس ہزار درہم بھیجے۔''

حضرت طلق بن غنام فرماتے ہیں: حضرت حفصؒ نماز کے ارادہ سے نکلے، میں تنگ راستہ میں ان کے ساتھ تھا کہ ایک خوبصورت عورت کھڑی ہوئی ہے اور کہنے لگی: ''اللہ تعالیٰ قاضی کے حالات درست کرے، میرے بھائیوں کو میری وجہ سے نقصان پہنچا ہے لہٰذا میری شادی کروا دیجیے۔'' حضرت حفصؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے طلق! جاؤ اور اگر اس کو نکاح کا پیغام بھجوانے والا برابری دار ہو تو اس کی شادی کروا دو، اگر وہ نشہ کرتا ہو تو شادی نہ کروانا اور اگر رافضی ہو تو پھر بھی شادی نہ کروانا۔'' میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اگر رافضی ہو تو اس کے نزدیک تین طلاقیں ایک ہیں اور نبیذ پی کر نشہ کرتا ہو تو وہ طلاق دے دے گا اور اس کو علم بھی نہ ہوگا۔''

[تحفۃ العلماء بترتیب سیر اعلام النبلاء: ص ۸۹۰، ۸۹۱]



بچوں کے صفحات

حکایات سعدی

کوتوال کا بیٹا

بادشاہ اغلمش نے ایک بار کوتوال کے بیٹے کو دیکھا تو اسے بڑا ہونہار پایا۔ بادشاہ نے کوتوال کے بیٹے کو اپنے مصاحبوں میں شامل کرلیا۔ جواس کی توقعات پر پورا اترا۔ شرافت، وفاداری اور دیانت داری میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ جو کام بھی اس کے سپرد کیا جاتا وہ اسے بڑی خوبی سے انجام دیتا۔ اس کی قابلیت کے باعث بادشاہ کی نظروں میں اس کی قدرومنزلت بڑھتی چلی گئی۔ لیکن حاسدوں کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انہوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرکے کوتوال کے بیٹے پر ایک تہمت لگادی۔ بادشاہ یہ خبر پہنچائی کہ جہاں پناہ جس شخص کی اس قدر عزت افزائی کرتے ہیں وہ بڑا بدچلن اور بدخواہ ہے۔

اگرچہ حاسدوں نے یہ سازش بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے تیار کی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ بادشاہ نوجوان کو قتل کروادے گا۔ لیکن بادشاہ بڑا دانا تھا وہ سمجھ گیا کہ قصور نوجوان کا نہیں حاسدوں کا ہے۔

بادشاہ نے نوجوان کو بلایا۔ اوراس سے پوچھا۔

''لوگ تمہارے متعلق ایسی خراب رائے کیوں رکھتے ہیں؟''

نوجوان نے جواب دیا۔

''حضور والا! میں تو بالکل ایسا نہیں۔ لوگوں کو ایسا ہی ایسا ویسا نظر آتا ہوں۔ اس کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں کہ حضور اس خاکسار پر کرم فرماتے ہیں اور لوگ خوامخواہ خار کھاتے ہیں۔

تیرہ چشم دن کو دیکھے نہ جو　　اس میں کیا آفتاب کا ہے گناہ
سچ تو یوں ہے کہ آنکھیں ایسی ہزار　　رہیں اندھی پہ ہو نہ مہر سیاہ

بادشاہ اس کا جواب سن کر بڑا خوش ہوا۔ بولا۔

''سچ کہتے ہو''۔

کیا قصور اس میں آفتاب کا ہے گر کوئی کر سکے نہ کسب کمال
دیکھے اس کو اگر نہ چمگادڑ منبع نور کیوں ہو رو بہ زوال

تلقین:۔

حضرت سعدیؒ نے اس حکایت میں یہ درس دیا ہے کہ انسان میں واقعی اگر کوئی فن ہو تو وہ قدر دانی سے محروم نہیں رہتا۔

احمق بادشاہ

عجم کا بادشاہ اپنی رعیت سے بالکل بے پرواہ تھا۔ اپنی رعایا پر بڑا ظلم کرتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ وہ ملک اور اپنا گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنے لگے۔

ایک دن وہ بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا فردوسی کا شاہنامہ سن رہا تھا۔ جب ضحاک اور فریدوں بادشاہ کا ذکر آیا تو اس نے اپنے وزیر سے سوال کیا۔

''آخر ایسا کیوں ہوا کہ ضحاک ایسا بڑا بادشاہ اپنی سلطنت گواہ بیٹھا، اور فریدوں اک بہت بڑا بادشاہ بن گیا جبکہ اس کے پاس نہ بڑا لشکر تھا نہ بڑا خزانہ؟

دانا وزیر نے جواب دیا کہ حضور والا! اس کی وجہ یہ تھی کہ فریدوں خدا کے بندوں پر ظلم نہیں کرتا تھا۔ ضحاک بڑا ظالم تھا۔ خدا کے بندوں پر بڑا ظلم کرتا تھا۔ لوگ اسے چھوڑ کر فریدوں کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ بادشاہ کو نصیحت کی کہ حضور اپنا رویہ بدلیں لوگوں پر ظلم نہ کریں۔ ان سے اچھا برتاؤ کریں۔ انصاف اور احسان کرنے سے رعایا کے دلوں میں بادشاہ سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

یہ باتیں سن کر بادشاہ کی بھلائی کی تھیں۔ خیر خواہی کے جذبے سے کہی گئی تھیں لیکن بادشاہ ناراض ہو گیا۔ وزیر کو قید کر دیا کرنا خدا کا ایسا ہوا کہ کچھ دنوں بعد بادشاہ کے بھائیوں اور بھتیجوں نے بغاوت کر دی۔ رعایا نے ان کا ساتھ دیا۔ ظالم اور بادشاہ احمق بادشاہ کا تختہ الٹ دیا۔

سلطنت رہتی ہے کب ظالم کے ہاتھ بھیڑیا کیا جانے چرواہے کی گھات
ظلم جس شاہ نے کیا ایجاد ملک کی اپنے خود توڑی بنیاد

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے

دمشق میں ایک آدمی اپنا گدھا سواری کے لیے اجرت پر دے کر گذر بسر کیا کرتا تھا، ایک دن ایک شخص نے آکر کہا: فلاں جگہ جانا ہے، مجھے لے چلو۔

اس شخص نے اس کو بٹھا کر چلنا شروع کیا تو وہ ایک ویران راستہ پر جانے کے لیے کہنے لگا۔

گدھے کے مالک نے کہا: یہ راستہ مجھے معلوم نہیں۔

وہ شخص کہنے لگا: ”مجھے معلوم ہے، یہ راستہ قریب پڑتا ہے۔“ جب اس راستے سے کچھ آگے بڑھے تو ایک خطرناک وادی آئی، وہ شخص گدھے سے اترا اور خنجر نکال کر سواری کے مالک کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، اس بے چارے نے اللہ کا واسطہ دے کر کہا: گدھا اور اس پر جو کچھ ہے سب لے لو، مجھے چھوڑ دو، لیکن وہ نہیں مانا، کہا وہ تو لینا ہی ہے مگر تم کو بھی قتل کروں گا۔

اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، تو ڈاکو نے نے کہا: ”جلدی پڑھو“۔

سواری کے مالک کا بیان ہے کہ میں نماز کے لیے کھڑا ہوا تو خوف کی وجہ سے جو کچھ یاد تھا، سب بھول گیا، قرآن کا ایک حرف بھی ذہن میں نہیں رہا، اچانک میری زبان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جاری فرمائی:

”امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء“

ترجمہ: ”کون ہے جو پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی تکالیف کو دور کرتا ہے“۔

اتنے میں ایک شخص گھوڑے پر سوار آیا، اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، وہ نیزہ اس نے اس ڈاکو کے سینے میں دے مارا، وہ ڈاکو وہیں ڈھیر ہو گیا۔

میں نے گھڑ سوار سے اس کا تعارف پوچھا تو وہ کہنے لگا: ”میں اسی ذات کا بندہ ہوں جو پریشان حال لوگوں کی دعا سنتا اور مصیبت کو دور کرتا ہے“۔

فائدہ: دوستو......! اللہ تبارک وتعالیٰ مضطرّ (مجبور) کی دعا فوراً قبول فرماتے ہیں اور ظالم کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور ظلم تو ظلم خواہ انسانوں پر ہو یا جانوروں پر۔ لہٰذا ہمیں اس قصے سے یہ سبق ملا کہ: ہم کسی پر ظلم نہ کریں، خواہ جانور ہی کیوں نہ ہو اور اگر ہم پر کوئی مشکل آپڑے تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو حل فرما دیں گے۔

مسلمانو! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ناسمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔اس پر ہمیں کئی دفع لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اگر ہو سکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔لہٰذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے، وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔کسی بھی غیر مسلم اور خصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہو سکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہو۔اس کے بعد وہ توبہ کرے۔اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے محکموں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد

مولانا حاجی اکرم شاد

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN
JAMIA MILLIA ISLAMIA
Reg:M # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com Fax # 041-8502213

ماہنامہ مِلّیہ فیصل آباد پاکستان

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ	شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ	رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ
امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ	حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ بانی جامعہ	پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- آپ کے مسائل اور انکا حل
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعروسخن۔ جس میں حمد ونعت، نظم اور غزل۔
- تذکرۂ اکابر سے مزین تحقیقی مقالہ جات
- خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی دعوت دے کر اس صدقۂ جاریہ میں شریک کریں۔

رابطہ کیلئے
ماہنامہ مِلّیہ جامعہ مِلّیہ اسلامیہ محلہ خالصہ کالج فیصل آباد فون 041-8711569

www.milliafsd.com